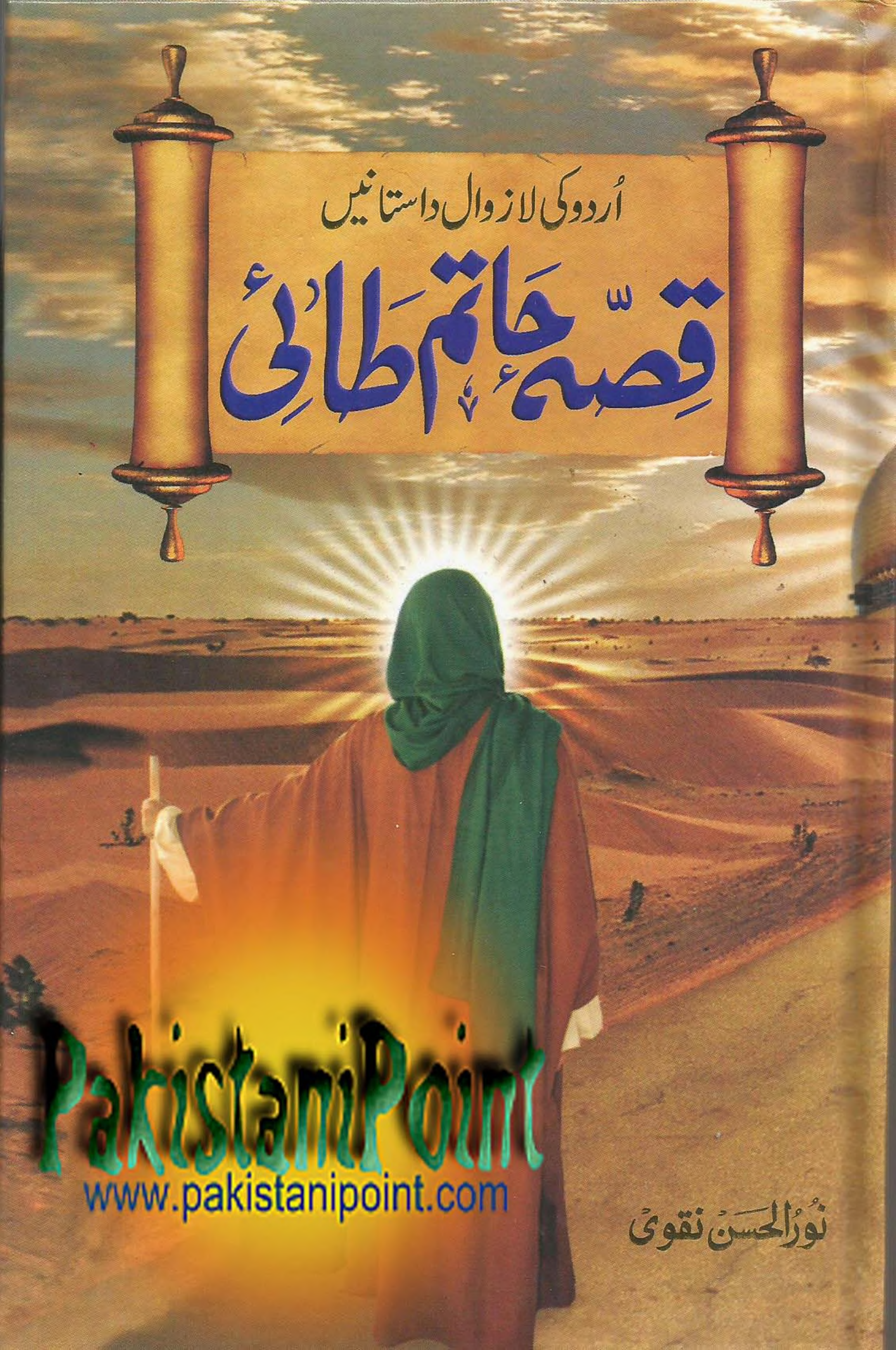
اُردو کی لازوال داستانیں
قصّہ حاتم طائی
PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com
نورُالحسن نقوی

حاتم طائی کون تھا؟

حاتم طائی ..... دور جاہلیت کا ایک شہسوار اور اُس دور کا مانا ہوا شاعر ...... ایک جیتا جاگتا انسان جس نے جاہلیت کے دور میں اپنی مہمان نوازی، سخاوت اور فیاضی کی بدولت رہتی دنیا تک اپنا نام زندہ کرلیا۔ یہ دور جاہلیت کا وہ زمانہ تھا جب اس قسم کے رویوں کا تصور بھی محال تھا۔ روایات کے مطابق حاتم طائی کا زمانہ زیست چھٹی صدی عیسوی کے نصف ثانی سے لے کر ساتویں صدی اوائل تک ہے۔

حاتم طائی کا پورا نام حاتم طائی بن عبداللہ بن سعد تھا۔ اس کے والد یمن کے مشہور عرب قبیلے ''طے'' کے سردار تھے۔ یمن اُس وقت عرب خطے میں شامل تھا۔ حاتم گھڑ سواری کا ماہر اور عرب میں اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور تھا۔ وہ اپنے دور کے مشہور عرب شاعر بشر بن ابی خازم اور عبید بن البرس کے ہم پلہ تھا۔

حاتم طائی میں ایک صاحب مروت شخص کے اوصاف، خاص طور پر مہمان نوازی اور سخاوت بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حاتم نے مہمان نوازی اور سخاوت کرنے میں اپنی ضروریات کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اس کے اندر سخاوت کا یہ میلان بچپن میں ہی ظاہر ہوگیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دادا نے اُس کے بچپن ہی میں ساتھ چھوڑ دیا تھا جس کی سرپرستی میں اس نے پرورش پائی تھی کیونکہ حاتم کے والدین جوانی میں وفات پا گئے تھے۔

www.pakistanipoint.com

حاتم طائی کے بارے میں عام روایت یہی بیان کی جاتی ہے کہ وہ قبل از اسلام کے عربوں کا ایک بہترین نمونہ تھا۔ اس کی فیاضی ضرب المثل تھی، اسی وجہ اسے جواد یا اجود کہتے تھے۔ حاتم طائی کا انتقال اس وقت ہوا جب حضور ﷺ کی عمر 9 سال تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب دنیا میں اسلام کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا۔

حاتم طائی کے بارے میں بعض روایات میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ اپنی وفات کے بعد بھی جو غالباً نبی کریمؐ کی پیدائش کے نویں سال واقع ہوئی تھی وہ ان لوگوں کی حاجت روائی کیا کرتا تھا جو اس کے مزار پر جا کر اس کی مہمان نوازی کے طلب گار ہوتے تھے۔ اس کا مزار غالباً بلا وطئی کے ایک پہاڑ کے اوپر تھا جو تنغہ میں وادی حائل کے کنارے واقع تھا۔ اس کے مزار کے دائیں اور بائیں جانب پتھر کی چار مورتیاں تھیں جن کی شکل لڑکیوں کی سی تھی اور بال بکھیرے ہوئے اس کے مدفن پر نوحہ کر رہی تھیں۔ حاتم کے مزار کے قریب اس بڑی دیگ کے باقی ماندہ ٹکڑوں کی بھی نمائش کی گئی تھی جس میں سے وہ اپنے مہمانوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ بقول پال گریو "حاتم کا مزار اس علاقے میں اب تک مشہور و معروف ہے۔" حاتم کے اشعار زیادہ تر سخاوت اور ایثار کی تعریف میں ہیں۔ عربی ادب میں حاتم کی شخصیت بہت ہر دلعزیز ہے۔

حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک بار سفانہ عروج اسلام کے زمانے میں گرفتار ہو کر دربار نبوت میں پیش ہوئی تو اس نے نبی اکرم کے سامنے اپنے باپ کی فیاضیوں اور جود و کرم کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ نے فوری طور پر اس کو رہا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ حاتم طائی اسلامی اخلاق کا حامل تھا۔

عرب میں جب اسلام کا ظہور پھیلا تو حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی بدولت 9ھ میں اسلام قبول کر لیا۔

www.pakistanipoint.com

حضرت عدی بن حاتم (عدی بن حاتم الطائی) صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پائے۔ وہ شام کے اسلامی لشکروں میں شامل رہے اور عراق کی فتح میں عدی بن حاتم نے اہم کردار ادا کیا۔ بعد میں وہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بھی حضرت علی کی جانب سے شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں ساٹھ ہزار رومی افواج کے مقابلے میں حضرت خالد بن ولید نے صرف ساٹھ مسلمانوں کو منتخب کر کے کھڑا کیا اور جنگ جیتی۔ ان ساٹھ افراد میں حضرت عدی بن حاتم بھی شامل تھے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عدی بن حاتم نے نصف رمضان 66ھ میں وفات پائی۔

حاتم طائی کی شاعری کا دیوان پہلی بار رزق اللہ حسون نے لندن سے 1876ء میں شائع کیا۔ 1897ء میں دیوان کا ترجمہ جرمن زبان میں چھپا۔ آج بھی عربی / اردو سمیت دنیا کی کئی زبانوں میں کسی کی سخاوت وفیاضی بڑھا چڑھا کر بیان کرنی ہو تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص حاتم طائی جیسا سخی ہے۔

مقبول ارشد

www.pakistanipoint.com

کچھ اس کتاب کے بارے میں!

حاتم طائی کے نام سے کون واقف نہیں۔ اس کی بہادری، فیاضی اور سخاوت آج کئی ہزار صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یاد کی جاتی ہے۔ حاتم طائی کی بہادری اور دردمندوں کی مدد کے قصے عربی، فارسی اور اردو میں کلاسیک کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ دلچسپ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، فارسی زبان سے ترجمہ ہے جو فورٹ ولیم کالج کے لیے لکھی گئی تھی۔ سب جانتے ہیں کہ انگریزوں نے تجارت کے بہانے برصغیر میں قدم رکھا۔ دھیرے دھیرے ملک کے مختلف حصوں پر ان کی حکومت قائم ہوتی گئی۔ اس لیے انگریز افسروں کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ اس دیس میں بسنے والوں کی بول چال سمجھ سکیں۔ اس وقت ملک کی سب سے اہم زبان اردو تھی...... چنانچہ انہیں اردو سکھانے کے لیے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا۔

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

کالج قائم ہوا تو ایک اور مشکل پیش آئی۔ اس سے پہلے اردو سکولوں میں پڑھائی نہ جاتی تھی۔ اس لیے کورس کی کتابیں بھی ناپید تھیں۔ اب پہلا کام یہ کرنا تھا کہ کتابیں لکھوائیں جائیں۔ ملک کے کونے کونے سے ادیبوں کو بلا کر یہ کام انہیں سونپا گیا۔

سید حیدر بخش حیدر بھی ان ادیبوں میں شامل تھے۔ انہوں نے حاتم طائی کے فارسی

کچھ اس کتاب کے بارے میں!

حاتم طائی کے نام سے کون واقف نہیں۔ اس کی بہادری، فیاضی اور سخاوت آج کئی ہزار صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یاد کی جاتی ہے۔ حاتم طائی کی بہادری اور دردمندوں کی مدد کے قصے عربی، فارسی اور اردو میں کلاسیک کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ دلچسپ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، فارسی زبان سے ترجمہ ہے جو فورٹ ولیم کالج کے لیے لکھی گئی تھی۔ سب جانتے ہیں کہ انگریزوں نے تجارت کے بہانے برصغیر میں قدم رکھا۔ دھیرے دھیرے ملک کے مختلف حصوں پر ان کی حکومت قائم ہوتی گئی۔ اس لیے انگریز افسروں کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ اس دیس میں بسنے والوں کی بول چال سمجھ سکیں۔ اس وقت ملک کی سب سے اہم زبان اردو تھی...... چنانچہ انہیں اردو سکھانے کے لیے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا۔

کالج قائم ہوا تو ایک اور مشکل پیش آئی۔ اس سے پہلے اردو سکولوں میں پڑھائی نہ جاتی تھی۔ اس لیے کورس کی کتابیں بھی ناپید تھیں۔ اب پہلا کام یہ کرنا تھا کہ کتابیں لکھوائیں جائیں۔ ملک کے کونے کونے سے ادیبوں کو بلا کر یہ کام انہیں سونپا گیا۔

سید حیدر بخش حیدر بھی ان ادیبوں میں شامل تھے۔ انہوں نے حاتم طائی کے فارسی

www.pakistanipoint.com

ہماری ملاقات بس داستانوں ہی میں ہوتی ہے۔ ان باتوں سے ایک فائدہ تو ضرور ہوتا ہے۔ ہمارا تخیل پر لگا کر اڑنے لگتا ہے۔ حاتم آسمانوں کی سیر کرتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ اڑن کھٹولے پر حاتم نہیں ہم خود سوار ہیں۔

داستان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں جیت ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ ہیرو کیسی ہی مشکلات میں پھنس جائے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وہ ان سب پر قابو پا لے گا۔ اگر وہ کنویں میں قید کر دیا گیا ہے تو ضرور کوئی اللہ کا بندہ پانی بھرنے آئے گا اور اسے نجات دلا دے گا۔ اگر وہ راستہ بھٹک گیا ہے تو حضرت خضرؑ تشریف لائیں گے اور اس کی رہنمائی کریں گے۔ اگر اسے کھولتے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دیا جاتا ہے تو مہرے کی مدد سے اس کا بال بیکا نہیں ہوتا۔ غرض ہر جگہ فتح اس کے قدم چومتی ہے اور قدرت ہمیشہ اس کا ساتھ دیتی ہے۔

حاتم طائی کا قصہ، پڑھنے کے بعد مناسب ہوگا کہ آپ اور داستانوں کا مطالعہ بھی کریں۔ جب آپ اردو کی اِن اہم داستانوں سے لطف اندوز ہو جائیں گے تو پھر ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ داستان کی جگہ ناول نے کیوں لے لی اور پھر ہم چند اہم ناولوں کا مطالعہ کریں گے۔ اس طرح اردو کے افسانوی ادب کے متعلق خاصی معلومات حاصل ہو سکے گی۔

نور الحسن نقوی

www.pakistanipoint.com

حاتم کی بچپن کی سخاوت

حاتم طائی جب پیدا ہوا تو اُس کے والد نے خوشی میں پورے ملک کے اُسی روز پیدا ہونے والے چھ ہزار بچوں کی پرورش کا ذمہ لیا۔ اس مقصد کے لئے دائیاں رکھی گئیں۔ پہلے ہی روز دائیوں نے حاتم کو دودھ پلانے کی کوشش کی لیکن حاتم نے کسی طرح دودھ نہ پیا۔ سب پریشان ہو گئے۔ بادشاہ نے گھبرا کر نجومیوں' پنڈتوں' سیانوں کو پھر بُلایا۔ سب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: ''جہاں پناہ! حاتم کی سخاوت کے ڈنکے دُنیا میں بجیں گے۔ جب تک جیئے گا' پہلے اوروں کو کھلائے گا' تب خود لقمہ توڑے گا۔ ابھی سے یہ حال ہے کہ جب تک سب بچے دودھ نہ پی لیں' یہ دودھ نہ پیئے گا۔''

یہی ہوا جب اُن تمام چھ ہزار بچوں نے دودھ پی لیا تو حاتم نے بھی دودھ پیا۔ حاتم بڑا ہو گیا' تب بھی یہی عادت رہی کہ دوسروں کی بھلائی کے لئے کوششیں کرتا رہا۔

www.pakistanipoint.com

حاتم طائی سے زیادہ بلند ہمت لکڑہارا

لوگوں نے حاتم طائی سے پوچھا: تم نے اپنے سے زیادہ بلند ہمت دنیا میں کسی کو دیکھا ہے یا سنا ہے...... کہا: ہاں! ایک روز چالیس اونٹ میں نے قربان کیے تھے...... عرب کے امیروں کی دعوت کے لئے...... ایک صحرا کے گوشہ میں ضرورت کے لیے چلا گیا تھا...... میں نے ایک لکڑہارے کو دیکھا، اُس نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا تھا...... میں نے اس سے کہا حاتم کی مہمانی میں کیوں نہیں گیا کہ ایک مخلوق اس کے دسترخوان پر جمع ہوئی ہے...... کہا:

جو شخص اپنی محنت سے روٹی کھاتا ہے، وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا

میں انصاف سے کہتا ہوں کہ اس کی ہمت اور جوانمردی میں نے اپنے سے زیادہ دیکھی...... (گلستان سعدی)

www.pakistanipoint.com

قصہ کا آغاز

یہ بڑی پرانی بات ہے۔ یمن میں طے نام کا ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اللہ کے کرم سے ان کے گھر ایک چاند سا بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی خوبصورتی کے چرچے دُور دُور تک ہوئے۔ بادشاہ نے اس کی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے بہت سے نجومیوں کو بلوایا اور کہا کہ اپنا اپنا حساب دیکھ کر بتاؤ کہ اس کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔ سب نے سوچ بچار کر کے بتایا کہ "شہزادہ بڑا قسمت والا ہے۔ اس کی حکومت دُور تک پھیلے گی' جب تک جیئے گا' دوسروں کی بھلائی کے کام کرے گا۔ اس لئے رہتی دُنیا تک اس کا نام روشن رہے گا۔"

بادشاہ یہ سُن کر باغ باغ ہو گیا۔ دھن دولت سے سب کی گود بھر دی۔ بیٹے کا نام حاتم رکھا۔ سارے مُلک کے غریب غرباء کو مالا مال کر دیا۔ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ آج کے دن سارے مُلک میں جتنے بچے پیدا ہوں' وہ محل میں پہنچا دیئے جائیں۔ ان سب کی پرورش بادشاہ کے سائے میں ہو گی۔ اس دن پورے مُلک میں چھ ہزار لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ وہ سب محل میں پہنچا دیئے گئے۔ ہر ایک کے لئے ایک دائی کھلائی مقرر کر دی گئی۔ حاتم کے لئے چار دائیاں نوکر رکھی گئیں۔

www.pakistanipoint.com

اب ایک عجیب بات ہوئی۔ دائیوں نے بڑی کوشش کی مگر حاتم نے کسی طرح دودھ نہ پیا۔ سب پریشان ہو گئے۔ بادشاہ نے گھبرا کر نجومیوں، پنڈتوں، سیانوں کو پھر بُلایا۔ سب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: ''جہاں پناہ! حاتم کی سخاوت کے ڈنکے دُنیا میں بجیں گے۔ جب تک جیئے گا، پہلے اوروں کو کھلائے گا، تب خود لقمہ توڑے گا۔ ابھی سے یہ حال ہے کہ جب تک سب بچے دودھ نہ پی لیں، یہ دودھ نہ پیئے گا۔''

یہی ہوا جب تمام بچوں نے دودھ پی لیا تو اس نے بھی پیا۔ بڑا ہو گیا، تب بھی یہی رہا کہ دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کرتا رہا۔

حاتم کو شکار کا شوق بچپن سے تھا مگر جس جانور کو پکڑتا، زندہ چھوڑ دیتا۔ ایک دن شکار کو گیا۔ ایک شیر غراتا ہوا سامنے آیا۔ حاتم عجب اُلجھن میں پڑ گیا۔ مارتا ہے تو مفت میں شیر کی جان جاتی ہے، نہیں مارتا تو اپنی جان جوکھوں میں پڑتی ہے۔ آخر یہی طے کیا کہ اس کی جان مت لو، بلکہ خود اس کے منہ کا نوالہ بن جاؤ۔

یہ سوچ کر حاتم کے پاس گیا اور بولا کہ ''لے میرا اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے۔ اپنا پیٹ بھر اور جدھر جی چاہے چلا جا۔'' یہ سننا تھا کہ شیر حاتم کے قدموں پر لوٹنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد اسی طرف چلا گیا، جدھر سے آیا تھا۔

انہیں دنوں کی بات ہے کہ خراسان میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اسی مُلک میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کا نام برزخ تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ اس کی ایک بیٹی تھی، جس کا نام حُسن بانو تھا۔ بچی ابھی صرف بارہ برس کی تھی کہ سوداگر کی موت کا وقت آ پہنچا۔ اس نے اپنی بیٹی بادشاہ کو سونپی اور اس دُنیا سے رخصت ہوا۔ حُسن بانو کی پرورش ہوتی رہی۔ جب وہ بڑی ہو گئی تو بادشاہ نے اس کی ساری دولت اس کے حوالے کر دی۔ حُسن بانو دل کی بڑی نیک تھی۔ اس نے سوچا میں اتنی دولت لے کر کیا کروں گی۔ کیوں نہ اسے اللہ کے

www.pakistanipoint.com

راستے پر لُٹا دوں اور اپنی زندگی اس کی یاد میں بسر کردوں۔ اس نے اپنی دائی سے صلاح مشورہ کیا۔ اس بوڑھی عورت نے دُنیا دیکھی تھی۔ بولی "ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ دُنیا میں آ کر ابھی تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اللہ اللہ کرنے کو تو عمر پڑی ہے۔ ابھی دُنیا سے منہ نہ موڑو۔ زندگی بِتانے کے لئے کسی اچھے ساتھی کی تلاش کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دروازے پر سات سوال لکھ کر لگا دو۔ جوان سوالوں کے جواب لا دے' سمجھو کہ وہ بہادر اور تمہارا جیون ساتھی بننے کے لائق ہے۔ اس سے شادی کرلو اور ہنسی خوشی زندگی کے دن بسر کرو۔"

دائی کی بات حُسن بانو کے دل پر اثر کر گئی۔ سات سوال لکھوا کر اپنے دروازے پر لٹکا دیئے اور انتظار کرنے لگی کہ کوئی جواں مردان سوالوں کے جواب ڈھونڈ کر لائے۔ یہ انتظار بھی تھا اور خدا کی عبادت بھی جاری تھی۔ وقت پا ملتا تو بالکونی میں جا بیٹھتی اور بازار کا تماشا دیکھتی رہتی۔ ایک دن دیکھا کہ ایک بزرگ صورت فقیر بازار سے گزر رہا ہے۔ بڑا نورانی چہرہ ہے۔ چالیس خادم آگے پیچھے ہیں' جن کے ہاتھوں میں چاندی سونے کی اینٹیں ہیں۔ باری باری وہ اینٹیں زمین پر رکھتے جاتے ہیں اور فقیر ان پر پاؤں رکھ رکھ کر آگے بڑھتا جاتا ہے۔ خادم اسے زمین پر پاؤں نہیں رکھنے دیتے۔ حُسن بانو بڑی حیران ہوئی۔ اپنی دائی کو بلا کر یہ تماشا دکھایا۔ اس نے کہا: "بیٹی! یہ بزرگ بادشاہ کا پیر ہے۔ اُس کا کمال دُور دُور تک مشہور ہے۔"

حُسن بانو کے دل میں اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ فقیر کے پاس اپنے آدمی کو بھیجا اور کہلایا کہ "اپنے مبارک قدموں سے میرے گھر کی عزت بڑھائیں۔"

فقیر نے دعوت قبول کر لی اور اگلے دن اسی شان سے چاندی سونے کی اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا اپنے چالیس نوکروں کے ساتھ حُسن بانو کی حویلی میں داخل ہوا۔

www.pakistanipoint.com

اِدھر حُسن بانو نے بھی دعوت کا ایسا شاندار انتظام کیا تھا کہ اچھے اچھے بادشاہوں سے نہ بن پڑے۔ قیمتی فرش جس میں سونے چاندی کے تار پُرے تھے' دروازے سے مسند تک بچھا تھا۔ فقیر کو پیش کرنے کے لئے ہیرے جواہرات تھالیوں میں سجے تھے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں طرح طرح کے میوے' پھل' مٹھائیاں اور کھانے رکھے تھے۔ ہاتھ دھونے کے لئے قیمتی سلفچیاں اور لوٹے حاضر تھے۔ یہ قیمتی ساز و سامان دیکھا تو شاہ صاحب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ دو چار لقمے کھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور حُسن بانو کو دعائیں دے کر رخصت ہو گئے۔ ہونٹوں پر دعائیں تھیں' مگر دل میں کھوٹ تھی' نیت خراب ہوئی۔ ہمیشہ کے مکار اور دھوکے باز تھے۔ رات کو بھیس بدل کر انہی چالیس چوروں کے ساتھ آئے اور حُسن بانو کا قیمتی سامان لُوٹ کر لے گئے۔

حُسن بانو بڑی سمجھدار تھی۔ اس نے ان حضرت کو پہچان تو لیا' مگر چپ رہی۔ صبح کو فریاد لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ وہ سن کر اُلٹا ناراض ہوا۔ بولا: ''ایسے نیک بزرگ پر الزام رکھتے ہوئے تم کو شرم نہیں آتی۔''

غرض بادشاہ کا غصہ اتنا بڑھا کہ اس بے قصور لڑکی کی ساری جائیداد اور سارا مال ضبط کر لیا اور اسے شہر سے باہر نکال دیا۔ یہ بے سہارا لڑکی اپنی بوڑھی دائی کو ساتھ لے کر سنسان جنگل میں جا پڑی' جہاں نہ کوئی مددگار تھا' نہ ہمدرد۔

دونوں بہت دنوں تک جنگل میں مارے مارے پھرتے رہے۔ حُسن بانو ایک دن تھکی ہاری ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھی' آنکھ جھپک گئی۔ عجب خواب دیکھا' کیا دیکھتی ہے کہ ایک بزرگ سبز لباس پہنے سامنے کھڑے ہیں۔ انہوں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا: ''بیٹی! غم نہ کر' مایوس نہ ہو۔ اللہ کی مدد تیرے ساتھ ہے' جس درخت کے سائے میں تو سو رہی ہے' اسی کے نیچے سات بادشاہتوں کا خزانہ دبا ہے۔ اللہ نے اسے تیرے لئے ہی

www.pakistanipoint.com

محفوظ رکھا ہے۔ خوشی خوشی اُٹھ اور اس بے حساب دولت کو اپنے خرچ میں لا۔"

حُسن بانو کی آنکھ کھل گئی۔ پورا خواب بوڑھی دائی کو سنایا۔ دونوں نے مل کر زمین کھودی تو اتنی دولت نکلی کہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور خزانے کو وہیں چھپا رہنے دیا۔ پھر اس جنگل میں ایک شاندار محل بنوایا۔ حُسن بانو کے تباہ ہونے سے اس کے عزیز اور رشتے دار بھی اُجڑ گئے تھے۔ سب در در کی ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ ان سب کو بلا کر بھی یہیں رکھ لیا۔ سب اپنی اپنی پریشانیوں کو بھول کر ہنسی خوشی رہنے لگے۔

کچھ دنوں بعد حُسن بانو کو اور ہی سوجھی۔ ایک دن سوداگر کا بھیس بدلا' بہت سے تحفے تحائف ساتھ لئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی: "جہاں پناہ! میں ایک سوداگر کا بیٹا ہوں۔ میں اور میرا باپ فلاں شہر سے مال لے کر حضور کے شہر کی طرف آ رہے تھے' راستے میں والد کا انتقال ہو گیا۔ جنگل میں جس جگہ ان کا انتقال ہوا ہے' جی چاہتا ہے کہ وہاں ایک شہر بساؤں۔ حضور کے نام پر اس کا نام شاہ آباد رکھوں۔" بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ فوراً شہر بسانے کی اجازت دے دی اور سوداگر کے بیٹے کا نام ماہ روشاہ رکھا۔

اِدھر اجازت ملی اُدھر شہر بننا شروع ہو گیا۔ حُسن بانو' ماہ روشاہ کے بھیس میں برابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہتی تھی۔ اس کے سامنے ایک دن پیر صاحب بادشاہ سے ملنے آئے۔ بادشاہ اور درباری سب ادب سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاہ صاحب کو مسند پر جگہ دی گئی۔ اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہوئیں تو بادشاہ نے ماہ روشاہ کی ملاقات شاہ صاحب سے کرا دی۔ ظاہری طور پر وہ اُن سے مل کر بہت خوش ہوا اور درخواست کی کہ کسی دن تشریف لا کر میرے گھر کی عزت بڑھائیے۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی' دن بھی طے ہو گیا۔ ماہ روشاہ نے ایک دن کے لئے برزخ سوداگر کی وہ حویلی مانگی' جس میں شاہ جی اپنے کرتب دکھا چکے تھے۔ بادشاہ اس سے اتنا خوش تھا کہ وہ حویلی ہمیشہ کے لئے بخش دی۔ ماہ روشاہ نے مرمت

www.pakistanipoint.com

کرا کے حویلی کو خوب سجایا اور دعوت کا انتظام پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر کیا۔ شاہ صاحب نے قیمتی سامان دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ جی میں کہنے لگے' ذرا سی دیر ہے پھر یہ سارا سامان اپنا ہے۔ جلدی سے تھوڑا سا کھانا کھا کر رخصت ہو گئے۔

حُسن بانو نے ساری بات پہلے ہی سے سوچ رکھی تھی۔ نوکروں کو چوکنا کر دیا تھا۔ شہر کے کوتوال کو خبر کرا دی تھی کہ آج رات میرے گھر میں ڈاکہ پڑنے کا ڈر ہے۔ اس نے جگہ جگہ سپاہیوں کو مقرر کر دیا۔ کچھ کو حویلی میں چھپا دیا۔ آدھی رات ڈھلی تھی کہ شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے چھاپہ مارا اور لوٹ مار شروع کر دی۔ قیمتی سامان گٹھڑیوں میں باندھ لیا اور چلنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اتنے میں سپاہیوں نے گھیرا ڈال لیا اور سب کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ لیا۔

صبح کو شاہ جی اور ان کے ساتھی بادشاہ کے سامنے پیش کیے گئے۔ آخر ڈھول کا پول کھل کے رہا۔ سب کو لمبی لمبی سزائیں ہوئیں۔ بادشاہ اور سارے درباری افسوس کرنے لگے کہ برزخ کی بیٹی کو جھوٹا سمجھ کر شہر سے نکال دیا تھا، حالانکہ وہ بے گناہ تھی۔ حُسن بانو ماہ روشاہ کے لباس میں وہاں موجود تھی۔ بادشاہ کے قدموں پر گر پڑی اور اپنا سارا حال سنایا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔

حُسن بانو نے کہا: ''اللہ نے مجھے بڑی دولت دی ہے' مگر وہ میرے کس کام کی۔ میں تو روکھی سوکھی روٹی کھا کر سادہ زندگی گزارنا چاہتی ہوں اور اللہ کی یاد میں مشغول رہنے کی خواہش رکھتی ہوں اور یہ دولت بھی آپ کو نذر کرنا چاہتی ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''جو تمہاری مرضی' '' مگر شاہی آدمی جیسے ہی خزانے کے پاس پہنچے' اشرفیاں اور سونا چاندی سانپ' بچھو بن کر ان کی طرف دوڑے۔

بادشاہ نے کہا: ''بیٹی! اللہ کی مرضی یہ ہے کہ تم عیش و آرام کی زندگی گزارو اور اس خزانے

کو اپنے خرچ میں لاؤ۔"

بادشاہ تو یہ مشورہ دے کر حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ حُسن بانو نے ساری دولت اللہ کی راہ میں لٹانی شروع کر دی۔ جو مسافر اُدھر سے گزرتا' اس کی خاطر اور مہمانداری ہوتی۔ جب وہ جانے لگتا تو اسے دولت سے لاد دیا جاتا۔

حُسن بانو کی سخاوت کا چرچا دُور دُور رہوا۔ بڑی بڑی دُور سے لوگ آتے' جو کچھ سنا تھا' اس سے زیادہ ہی پاتے۔ لوٹ کر جاتے تو اس کی سخاوت کے گن گاتے۔ ہوتے ہوتے اس کی شہرت شہر خوارزم تک پہنچی۔ یہاں کے بادشاہ کا ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام منیر شامی تھا۔ اس نے حُسن بانو کی خوبصورتی اور سخاوت کا حال سُنا تو بن دیکھے اس سے محبت کرنے لگا۔ فقیر کا بھیس بنایا اور ماں باپ سے چھپ چھپا کر شاہ آباد کی طرف چل نکلا۔ آخر بڑی تکلیفیں اُٹھا کر وہاں تک پہنچا اور سرائے میں ٹھہرا۔ کھانا پیش کیا گیا تو انکار کر دیا۔ حُسن بانو نے خود بلا کر سبب پوچھا اور کہا "جس چیز کی ضرورت ہو لے' کھا پی' کسی بات کا غم نہ کر۔"

شہزادے نے جواب دیا: "اے شہزادی! میں خود شہزادہ ہوں اور ایک بڑے ملک کا وارث ہوں۔ مال و دولت کی مجھے ضرورت نہیں۔ تمہاری خاطر یہ بھیس بنایا ہے۔ تمہارے شہر میں یہ آرزو لے کر آیا ہوں کہ تم مجھے اپنا لو۔"

حُسن بانو نے جواب دیا: "ہمیں تمہارے حال سے ہمدردی ہے' مگر کیا کریں' ہم نے یہ طے کیا ہے کہ شادی اُس سے کریں گے جو ہمارے سات سوالوں کا جواب لا دے۔ اگر تم ایسا کر دو گے تو میں تمہاری لونڈی بن جاؤں گی۔"

شہزادہ یہ سن کر بڑا مایوس ہوا۔ پھر سوچا اس سے کیا ملے گا۔ آخر حُسن بانو سے سوال پوچھے' اس نے کہا "کوئی شخص برابر یہ کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے' دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے' بتاؤ یہ کون ہے' کہاں ہے اور یہ بات کیوں کہتا ہے؟"

www.pakistanipoint.com

شہزادہ سخت پریشان ہوا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ اُس سوال کا جواب کہاں سے ڈھونڈ کر لائے۔ حُسن بانو سے ایک سال کی مہلت لے کر روانہ ہوا۔ جہاں جاتا لوگ سمجھاتے کہ اس چکر میں نہ پڑو۔ کتنے شہزادے اس سوال کی کھوج میں نکلے اور مفت میں جان گنوائی۔

منیر شامی دُھن کا پکا تھا۔ اُس نے کسی کی نہ سنی۔ شہر شہر جنگل جنگل مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دن اتفاق سے ایک جنگل میں جا نکلا۔ وہاں حاتم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ایک خوبصورت جوان کی بری حالت دیکھی تو سبب پوچھا۔ منیر شامی نے اپنی دُکھ بھری کہانی کہہ سنائی۔ حاتم نے دلاسا دیا اور کہا: ”اللہ کی مہربانی سے مایوس نہ ہو۔ اُس نے چاہا تو تیرے دل کی مُراد پوری ہوگی۔“

حاتم کی بات سے شہزادے کو تسلی ہوئی۔ حاتم اسے لے کر حُسن بانو کے پاس پہنچا اور کہا: ”یہ شہزادہ میرا دوست ہے۔ تمہاری محبت میں گرفتار ہے۔ میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں اور خود تمہارے سوال کا جواب لینے جاتا ہوں۔ جب تک نہ لوٹوں اس کا خیال رکھنا۔“

یہ کہہ کر حاتم تو رخصت ہوگیا اور منیر شامی سرائے میں ٹھہر کر حاتم کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

www.pakistanipoint.com

پہلا سوال

حاتم کا جانا اور پہلے سوال کا جواب لانا

www.pakistanipoint.com

منیر شامی کی مدد کے لئے حاتم گھر سے نکل تو کھڑا ہوا' مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کدھر جائے۔اسی الجھن میں جنگل جنگل مارا پھرتا تھا اور اللہ سے دعا کرتا تھا کہ کسی طرح منیر شامی کی مشکل آسان کر دے۔ایک دن جنگل میں دیکھا کہ ایک ہرنی گھاس چر رہی ہے۔پاس ہی ایک بھیڑیا تاک میں بیٹھا ہے۔قریب تھا کہ اسے دبوچ لے۔حاتم دوڑ کر قریب پہنچا اور للکار کر کہا''او نابکار! اس معصوم بچوں والی کی جان کیوں لیتا ہے؟''

بھیڑیا یہ آواز سن کر رک گیا اور کہا:''یقیناً تو حاتم ہے جو تجھے ہرنی پر اتنا رحم آیا۔''

حاتم نے پوچھا:''تو نے کیسے پہچانا؟''

بھیڑیئے نے جواب دیا:''حاتم کے سوا کون ہے جو بے زبان جانوروں پر ترس کھائے' مگر اتنا سوچ کہ میں اسے نہ کھاؤں تو اپنا پیٹ کس طرح بھروں؟ حاتم نے کہا:''سچ ہے' تیرا پیٹ تو بھرنا ہی چاہیے۔''

یہ کہہ کر نیام سے تلوار نکالی اور اپنی ران سے گوشت کا ایک پارچہ کاٹ کر اُس کے آگے ڈال دیا۔بھیڑیئے نے پیٹ بھر کے جنگل کا راستہ لیا۔ہرنی نے بھی آنکھوں ہی آنکھوں

میں حاتم کا شکریہ ادا کیا۔ حاتم بھی ایک طرف کو چل نکلا' لیکن ران کا زخم چلنے نہ دیتا تھا۔ ناچار ایک درخت کے نیچے پڑا رہا۔ زخم کی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ ایک گیدڑ اور اس کی مادہ اُدھر سے گزرے۔

مادہ نے پوچھا" یہ آدم زاد کون ہے اور اسے کیا تکلیف ہے جو اسے چین لینے نہیں دیتی۔"

گیدڑ نے کہا:" میں نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے' اس کے حساب سے یہ نوجوان حاتم دکھائی دیتا ہے۔"

مادہ نے کہا:" مجھے اس کا کچھ اور حال بتاؤ۔"

گیدڑ نے حاتم کی سخاوت اور بہادری کا حال سنایا۔ بھیڑیئے اور ہرنی کا قصہ بھی سنایا۔

مادہ نے کہا:" کاش ہم اس کی کچھ مدد کر سکتے۔"

گیدڑ نے کہا:" ماژندراں کے جنگل میں ایک جانور ہے۔ اُس کے سر کا بھیجا اس کے زخم کو فوراً اچھا کر دے گا۔ تو اس کی دیکھ بھال کر' میں ایک ہفتے کے اندر اُس کا بھیجا لے کر آتا ہوں۔"

گیدڑ رخصت ہو کر ماژندراں کی طرف چلا۔ آٹھ دن مادہ حاتم کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ آٹھویں دن گیدڑ بھیجا لے کر آیا۔ زخم پر رکھا تو فوراً بھر گیا اور حاتم اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کا شکریہ ادا کیا اور بولا کہ" تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اگر تم مجھ سے کوئی خدمت لو تو مجھے بڑی خوشی ہو۔"

گیدڑ نے کہا:" اے حاتم! دنیا بھر پر تیرے احسان ہیں۔ ایک احسان مجھ پر بھی کر' یہاں سے تھوڑی دور پر ایک بھیڑیا رہتا ہے۔ ہر سال ہمارے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ اس کا کچھ علاج کر۔"

www.pakistanipoint.com

حاتم نے کہا: ''تم اس کا پتہ بتاؤ' میں کوشش کرتا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔''

بھیڑیئے کا پتہ پوچھ کر حاتم اس کے گھر پہنچا۔ بہت سمجھایا کہ اپنی اس حرکت سے باز آ جا' مگر وہ بدزبان غرانے لگا اور حاتم سے بولا: ''تو میرے معاملے میں دخل مت دے' ورنہ تیرا بھی وہی حشر کروں گا جو گیدڑ کے بچوں کا کیا۔''

یہ سن کر حاتم کو طیش آ گیا اور اُس سے اُلجھ پڑا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ آخر حاتم نے اُس کی گردن دبوچ لی اور پچھاڑ کر خنجر سے اُس کے سارے دانت اور ناخن توڑ ڈالے۔

یہ دُرگت بن گئی تو بھیڑیا حاتم کے پیروں پر گر پڑا اور رو رو کر کہنا لگا: ''اے نوجوان! تو نے یہ کیا کیا۔ اب میں شکار کیسے کروں گا اور اپنا پیٹ کیسے بھروں گا؟''

یہ دیکھ کر حاتم کو ترس آیا اور اپنے کیئے پر پچھتانے لگا۔ گیدڑ پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے کہا ''اے حاتم! تو نے میرے اوپر بڑا احسان کیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جیتے جی اس بھیڑیئے کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ اپنے کھانے سے پہلے اسے کھانا پہنچاؤں گا اور پوری طرح اس کی دیکھ بھال کروں گا۔''

یہ سن کر حاتم کو اطمینان ہوا اور وہ بھیڑیئے کو تسلی دے کر گیدڑ کے ساتھ واپس چلا آیا۔

راستے میں گیدڑ نے حاتم کو بتایا: ''میں جانتا ہوں' حاتم! تو کس کام سے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی خاک چھانتا پھر رہا ہے۔ میں نے اپنے بڑوں سے سن رکھا ہے کہ وہ آواز جس کی تجھے تلاش ہے' دشت ہویدا سے آتی ہے اور وہ جنگل یہاں سے بہت دور ہے۔ اُس کے دو راستے ہیں' ایک دور کا' دوسرا پاس کا۔ پاس کا راستہ خطروں سے بھرا پڑا ہے۔ دور کے راستے میں خطرے کم ہیں۔''

حاتم اس سے رخصت ہو کر آگے چلا۔ چلتے چلتے ایک چوراہا دکھائی دیا۔ یہ وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں۔ اتنے میں چاروں طرف سے ریچھوں نے گھیر لیا۔ یہ بستی

www.pakistanipoint.com

ریچھوں ہی کی تھی۔ وہ اسے پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اپنے پاس بٹھایا اور کہنا لگا: ''اپنا حال کہو تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو اور کیا نام ہے؟ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم یمن کے شہزادے ہو اور تمہارا نام حاتم ہے۔''

حاتم نے جواب دیا: ''سچ کہتے ہو' میں طے کا بیٹا حاتم ہوں۔''

ریچھ نے کہا: ''تمہارے آنے سے میرا بڑا کام بنا۔ اس جنگل میں کوئی اس قابل نہ تھا جس سے میں اپنی بیٹی کی شادی کر سکوں۔ اب میں تجھے اپنا داماد بناؤں گا۔''

حاتم بہت گھبرایا کہ ریچھنی سے کیسے نبھے گی۔ اُس نے شادی سے انکار کر دیا۔ اس پر ریچھوں کے بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے حاتم کو غار میں ڈلوا دیا اور غار کا منہ پتھر سے بند کر دیا۔ حاتم کئی دن تک بھوکا پیاسا قید میں رہا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سرہانے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: ''اے حاتم! تو خواہ مخواہ کیوں اپنی جان گنواتا ہے۔ جب تک تو یہ شادی منظور نہ کرے گا' قید سے نہ چھوٹے گا۔ اس شادی میں ہی تیری بھلائی ہے۔''

یہ کہہ کر بزرگ رخصت ہو گئے اور حاتم چونک کر اُٹھ بیٹھا۔

اتنے میں بادشاہ نے حاتم کو بلوایا اور پوچھا: ''بول اب کیا کہتا ہے؟''

حاتم رضا مند ہو گیا۔ بادشاہ نے سب امیروں وزیروں کو جمع کیا اور بڑی دھوم دھام سے شادی کی۔ حاتم نے دو تین مہینے یہاں گزارے۔ آخر ایک دن اپنی بیوی سے بولا:

''آج میرا حال سنو... میں ایک کام کے واسطے اپنے شہر سے نکلا تھا۔ تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ کر دیا۔ اگر تم دونوں خوشی سے مجھے کچھ دنوں کے لئے اجازت دے دو تو میں وہ کام کر آؤں۔''

یہ سنتے ہی وہ دوڑی دوڑی اپنے باپ کے پاس گئی اور حاتم کی سفارش کی۔ وہ بھی

رضا مند ہو گیا۔ دربار میں بلا کر عزت کے ساتھ حاتم کو رخصت کیا۔ اُس کی بیٹی نے ایک مہرہ پگڑی میں باندھ دیا اور سمجھا دیا کہ یہ قدم قدم پر تیرے کام آئے گا۔ اس طرح وہ ان دونوں سے رخصت ہو کر آگے چلا۔ ایک مدت کے بعد کسی پہاڑ پر جا پہنچا۔ یہاں میووں سے لدے ہرے بھرے درخت کوسوں تک لہلہاتے تھے۔ بڑی خوشگوار جگہ تھی۔ ذرا دیر کو ستانے کے لئے لیٹا رہا۔ تھکا ہارا تو تھا ہی' لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر میں باغ کا مالک وہاں آ پہنچا۔ حاتم کی آنکھ کھلی تو اُسے سامنے کھڑا پایا۔ فوراً اُٹھا اور جھک کر سلام کیا۔

اس نے محبت سے پوچھا: ''اے مہمان! تو کون ہے اور کہاں جائے گا؟''

حاتم نے جواب دیا ''میں دشت ہویدا کو جانا چاہتا ہوں۔''

اُس نے نرمی سے کہا: ''اے جوان! اس خیال کو دل سے نکال دے۔ وہاں جا کر آج تک کون واپس آیا ہے؟''

حاتم نے کہا: ''میں اپنی کسی مراد کے لئے وہاں نہیں جاتا۔ میں نے اللہ کے راستے میں کسی اور کی مدد کرنے کے لئے کمر کسی ہے۔''

اس نے جواب دیا: ''میں سمجھ گیا تو یقیناً حاتم ہے' کیونکہ اس کے سوا اس زمانے میں کون ہے جو کسی دوسرے کے لئے اپنی جان مصیبت میں ڈالے۔ خیر فکر مت کر جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں' اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔ لیکن میں اتنا بتا دوں کہ جو دشت ہویدا کی طرف گیا' وہ پھر لوٹ کر نہ آیا اور جو لوٹ بھی آیا' وہ اپنے آپ میں نہ رہا۔ غور سے میری بات سن اور میری نصیحت گرہ میں باندھ لے۔ جس وقت تو اُس دشت کے قریب پہنچے گا' تجھے ایسی جگہ لے جایا جائے گا' جہاں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اُسے ظلمات کہتے ہیں۔ تو چپ چاپ چلتے رہنا۔ وہاں بہت سی حسین لڑکیاں اور طرح طرح کی دلکش چیزیں تجھے اپنی طرف متوجہ کریں گی' تو کسی طرف دھیان نہ دینا۔ وہیں ایک عورت تیرا ہاتھ پکڑ کے دشت

ہو یدا میں پہنچادے گی۔''

صبح کو حاتم اس سے رخصت ہو کر اپنی منزل کی طرف چل دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اندھیرے راستوں سے گزرتا ہوا ایک تالاب کے کنارے جا پہنچا۔ ایک حسین لڑکی تالاب سے نکلی اور اس نے حاتم کا ہاتھ پکڑ کر پانی میں غوطہ لگا دیا۔ حاتم کا پاؤں تہہ سے لگا تو آنکھیں کھول دیں۔ خود کو اس لڑکی کے ساتھ ایک خوبصورت باغ میں پایا۔

وہ تو ہاتھ چھڑا کر کسی طرف غائب ہو گئی۔ ایک طرف سے ہزاروں حسین لڑکیاں' خوبصورت لباس پہنے' سر سے پیر تک گہنوں میں لدی ہوئی نکل آئیں اور رقص کرنے لگیں۔

حاتم کو باغ کے مالک کی نصیحت یاد تھی۔ اس نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

آخر کار وہ حاتم کو ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو جواہر' لعل اور یاقوت سے بنا تھا۔ بیچوں بیچ ہیروں جڑا ایک شاندار تخت تھا۔ جیسے ہی حاتم تخت کے قریب پہنچا' وہ سب لڑکیاں بت بن بن کر دیواروں سے چپک گئیں اور محل کی دیواروں سے ان گنت پریاں نکل کر رقص کرنے لگیں۔ حاتم حیران تھا کہ الٰہی یہ کیا کرشمہ ہے۔

حاتم تخت کے پاس تو پہنچ ہی چکا تھا۔ دل میں کہنے لگا یہاں تک آ پہنچا ہے تو ذرا دیر کو اس تخت پر بھی بیٹھ' یہ سوچ کر اُس نے تخت پر پاؤں رکھا۔ ساتھ ہی ایک تڑاقے کی آواز ہوئی اور بت بن جانے والی لڑکیوں میں سے جو سب سے خوبصورت تھی پھر بت سے انسان کے روپ میں آ گئی اور ناز و انداز سے چلتی ہوئی حاتم کے قریب آ پہنچی۔ چہرے پر ہلکی نقاب پڑی تھی۔ جی تو چاہا آگے بڑھ کر نقاب ہٹا دے اور اس کی صورت دیکھے' مگر اُس مرد کی نصیحت یاد آ گئی۔ فوراً سنبھل گیا۔

اب حاتم اس انتظار میں رہا کہ یہ عورت میرا ہاتھ پکڑتی ہے یا کیا کرتی ہے۔ تین دن اور تین راتیں اسی انتظار میں گزر گئیں اور حاتم اسی طرح تخت پر بیٹھا رہا۔ چوتھے دن اس نے

www.pakistanipoint.com

سوچا اگر اسی طرح بیٹھا رہا تو جگ بیت جائیں گے۔ منیر شامی بیچارہ انتظار میں جان گنوا دے گا۔ اب جو ہونا ہے جلد ہو جائے۔ یہ سوچ کر اس حسینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فوراً تخت کے نیچے سے ایک اور خوبصورت عورت نکلی۔ اس نے ایک لات ایسی ماری کہ حاتم کہیں کا کہیں جا پڑا۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو نہ وہ محل ہے، نہ وہ تخت اور نہ وہ حسینہ۔ ایک لق و دق جنگل ہے جس کا دوسرا سرا دکھائی نہیں دیتا تھا۔

اب حاتم کو اندازہ ہوا کہ دشت ہویدا یہی ہے۔ وہ شخص بھی یہیں ہوگا جو کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔ اُسے ڈھونڈنا چاہیے۔

حاتم اسی خیال میں ادھر ادھر پھرتا تھا۔ اتنے میں یہ آواز اُس کے کان میں آئی کہ ''ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔''

یہ آواز سات دن تک دن میں تین دفعہ اُس کے کان میں آتی رہی۔ آٹھویں دن جب شام کے وقت وہ آواز سنائی دی تو وہ اس کی طرف دوڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سفید داڑھی والا ایک بزرگ بیٹھا ہے۔ حاتم اُس کے سامنے گیا اور سلام کیا۔

بزرگ نے پوچھا: ''اے جوان! تو کہاں سے آیا ہے اور اس جنگل میں تیرا کیا کام ہے؟''

حاتم نے کہا: ''میں یہ جاننے کے لئے یہاں تک آیا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے، جسے دوبارہ دیکھنے کی آرزو رکھتے ہو؟''

بزرگ نے کہا: ''اے مسافر! ایک دن میں سیر کرتا ہوا کسی تالاب کے کنارے جا نکلا اور کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک حسین عورت تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اُس میں لے گئی۔ تہہ سے پاؤں ٹکے تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک طرف سے حسین عورتوں کا غول نکلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک محل میں لے گئیں۔ وہ خود تو بت بن بن کر

www.pakistanipoint.com

دیواروں سے چپک گئیں اور دیواروں سے پریاں نکل کر ناچنے لگیں۔ میں تخت پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک حسینہ منہ پر نقاب ڈالے پاس آ کھڑی ہوئی۔ میں نے نقاب ہٹائی تو عجب حُسن دیکھا۔ جی جان سے اُس پر فدا ہو گیا۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ تخت کے نیچے سے ایک اور حسین عورت نکلی۔ اُس نے ایک ایسی لات ماری کہ میں اس ویران جنگل میں آ پڑا۔ اُسی دن سے آٹھوں پہر رونے کے سوا کچھ کام نہیں۔ لاکھ چاہتا ہوں کہ اُسے دل سے بھلا دوں پر یہ ممکن نہیں۔"

حاتم بات کی تہہ کو پہنچ گیا۔ کہا: "اے بزرگ! میرے ساتھ آ۔ وہ محفل میں تجھے دکھاؤں گا۔ اگر چاہتا ہے کہ اُس حسینہ کو ہمیشہ دیکھتا رہے تو اُس کا ہاتھ کبھی نہ پکڑنا' نہ کبھی اُس کے چہرے سے نقاب اُلٹنا۔ وہ ساری عمر تیرے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی۔ اگر اُس کا ہاتھ پکڑے گا تو پھر اسی سنسان جنگل میں آ پڑے گا اور قیامت تک اُس محل میں داخل نہ ہو سکے گا۔"

یہ کہہ کر حاتم اُسے تالاب کے قریب لے گیا۔ وہاں پھر وہی عورت نکلی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر تہہ میں لے گئی۔

اب سوال کا جواب لے کر حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ راستے کی مصیبتیں جھیلتا ہوا اپنی منزل پر جا پہنچا۔ حُسن بانو کے ملازم اُسے ہاتھوں ہاتھ حویلی تک لے گئے اور حاتم کے صحیح سلامت لوٹ آنے کی اطلاع کرائی۔ سنتے ہی حُسن بانو نے بلوا کر پردے کے پاس بٹھایا اور حال پوچھا۔

حاتم نے اُس آدمی کا سارا قصہ سنا دیا اور یہ بھی بتایا: "وہ آدمی جس کو دیکھنے کے لئے بے چین تھا' اب پھر اُس کے پاس جا پہنچا ہے۔ اس لئے اب جنگل سے وہ آواز آنی بند ہو گئی ہے۔"

www.pakistanipoint.com

یہ سن کر حُسن بانو اور اُس کی دائی نے حاتم کی ہمت کی داد دی۔

حاتم نے کہا: ''پہلے سوال کا جواب تو مل گیا۔ اب دوسرا سوال بیان کرو۔''

حُسن بانو نے کہا: ''اے حاتم! تو بہت دُکھ سہہ کر آیا ہے۔ کچھ دن آرام کر لے۔''

حاتم نے کہا: ''آرام تو مجھے اُسی دن ملے گا، جس دن میں تیرے ساتوں سوالوں کے جواب لا دوں گا۔''

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور آٹھ روز تک منیر شامی کے پاس رہا۔ نویں روز حُسن بانو سے جا کر کہا: ''اگلا سوال کیا ہے؟''

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

دوسرا سوال
نیکی کر اور دریا میں ڈال

حُسن بانو نے کہا: "دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ہے کہ "نیکی کر اور دریا میں ڈال۔" یہ کیا بھید ہے؟

حاتم یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ پوچھا: "اتنا تو بتاؤ کہ یہ جگہ کس طرف ہے۔"

حُسن بانو نے کہا: "میں نے اپنی دائی سے سِنا ہے کہ وہ جگہ یہاں سے اترائی کی طرف ہے۔"

بس اتنی بات معلوم کر کے حاتم وہاں سے چل نکلا۔ ایک مدت کے بعد کسی جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں سے رونے کی آواز آئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت جوان زمین پر بیٹھا آنسو بہا رہا ہے۔

حاتم نے پوچھا: "اے جوان! تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے جو اس طرح آنسو بہا رہا ہے؟"

اُس نے کہا: "اے مسافر! میں سوداگر ہوں اور یہاں سے بارہ کوس دور ایک شاندار شہر ہے۔ ایک دن پھرتا پھراتا سوداگری کا مال لے کر اس شہر میں جا نکلا۔ اتفاق سے اوپر نظر

اُٹھی تو کیا دیکھتا ہوں' ایک حسین لڑکی کھڑی بال سکھا رہی ہے۔''

میں نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' پتہ چلا یہ حارث سوداگر کی بیٹی ہے اور جو اس کے تین سوالوں کے جواب لا کر دے گا' اُسی سے شادی کرے گی۔

یہ بات سنتے ہی میں اُس کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ اُس نے کہا:

☆ پہلا سوال یہ ہے کہ اس شہر کے قریب ایک غار ہے۔ وہاں آج تک کوئی نہیں گیا۔ اس کا حال معلوم ہونا چاہیے۔

☆ دوسرا سوال یہ ہے کہ جمعہ کی رات کو جنگل سے آواز آتی ہے کہ افسوس میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔ اس کا راز کیا ہے؟

☆ تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ مہرہ جو سانپ کے پیٹ میں ہے لا کر دے۔''

یہ سننا تھا کہ میرے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ اُس نے مجھے شہر سے نکال دیا اور میں اس جنگل میں آ پڑا۔''

حاتم اس مصیبت کے مارے کو ساتھ لے کر شہر کے اندر گیا اور کہلوایا کہ ''میں بیاہ کرنے کو آیا ہوں۔'' حارث کی بیٹی نے اسے بلایا اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر بات کی۔ اپنے سوال بتائے۔

حاتم نے کہا: ''میں ان سوالوں کے جواب لانے کے لئے کمر بستہ ہوں' مگر میری ایک شرط ہے۔ اگر میں جواب لا دوں تو پھر تو میری ہے اور مجھے اختیار ہے کہ جس کو چاہوں تجھے دے ڈالوں۔'' حارث کی بیٹی نے یہ بات مان لی۔

حاتم وہاں سے رخصت ہوا۔ شہر کے بہت سے لوگ اُس کے ساتھ آئے اور غار دکھا کر چلے گئے۔ حاتم اس میں کود پڑا۔ ایک دن اور ایک رات اس میں چکر کھاتا رہا' تب جا کر زمین سے پاؤں لگے۔ سامنے ایک صاف شفاف تالاب تھا اور اُس کے پیچھے ایسی لمبی اور

www.pakistanipoint.com

اونچی دیوار جس کا اور تھا نہ چھور۔ قریب پہنچا تو اُس میں ایک دروازہ دکھائی دیا۔ حاتم اُس میں داخل ہو گیا۔ ایک بستی نظر پڑی جس میں ایک سے ایک شاندار مکان تھا۔

حاتم ابھی اس سوچ میں تھا کہ کیا کرے۔ اتنے میں سامنے سے ان گنت دیو آتے دکھائی دیئے۔ حاتم کو دیکھتے ہی وہ اُس کی طرف دوڑ پڑے۔ قریب تھا کہ اس کی تکا بوٹی کر دیں کہ ایک دیو بول اُٹھا: "یارو! یہ آدم زاد ہے۔ اس کا گوشت بڑے مزے کا ہوتا ہے۔ سردار کو پتہ چلے گا تو کولھو میں پکوا دے گا۔ اس کی بیٹی کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ شاید یہ کوئی ترکیب بتائے۔ اسے لے چلو۔"

یہ بات سب کو پسند آئی۔ وہ سب حاتم کو لے کر اپنے سردار کے پاس پہنچے۔

سردار نے کہا: "اے جوان! بہت دنوں سے میری بیٹی کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ کسی طرح آرام نہیں ہوتا۔ ہو سکے تو کوئی علاج کر۔"

حاتم نے اپنی پگڑی سے مہرہ نکال کر پانی میں ڈالا اور وہ پانی اس کی آنکھوں میں لگا دیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں۔

اب تو سردار بہت خوش ہوا۔ اسے بادشاہ کے پاس لے گیا اور بڑی تعریفیں کی۔

بادشاہ نے کہا: "اے مسافر! مجھے مدتوں سے پیٹ کے درد کی شکایت ہے۔ ہزاروں علاج کئے، مرض دور نہ ہوا۔ اگر تو میری تکلیف دور کر دے تو تیرا احسان کبھی نہ بھولوں۔"

حاتم نے کہا: "اے مہربان بادشاہ! علاج کرنا میرا کام ہے، اچھا کرنا تو خدا کے اختیار میں ہے۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ کھانا کس طرح کھاتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "سب امیروں اور وزیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا ہوں۔"

حاتم نے کہا: "خوب! آپ جس وقت کھانا کھائیں، اجازت دیجئے کہ میں بھی موجود رہوں۔"

بادشاہ نے کہا: ''ٹھیک ہے' اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ تو بھی میرے ساتھ چل۔''

حاتم نے ایسا ہی کیا۔ اندر پہنچے تو دستر خوان بچھا' اس پر طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے۔ بادشاہ کھانا شروع کرنا چاہتا تھا کہ حاتم نے اسے روک دیا اور ایک قاب سے سرپوش ہٹایا۔ جتنے لوگ موجود تھے' انہیں دکھا کر پھر ڈھک دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ قاب کھولی تو کھانے کی جگہ کیڑوں سے بھری تھی۔ یہ نرالی بات دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔

حاتم نے کہا: ''بادشاہ سلامت! بات یہ ہے کہ آپ کے کھانے پر لوگوں کی نظر ہو جاتی ہے۔ آپ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھایا کیجئے۔'' اس کے بعد بادشاہ ایسا ہی کرنے لگا۔ دو تین دن میں اس کے پیٹ کا درد بالکل اچھا ہو گیا۔ اب تو بادشاہ حاتم کا گرویدہ ہو گیا۔ اُسے گلے سے لگا لیا اور بولا ''تو نے میرا بڑا کام کیا۔ میں تجھے منہ مانگا انعام دوں گا۔ بول کیا مانگتا ہے؟''

حاتم نے کہا: ''اے بادشاہ! میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بس اتنا چاہتا ہوں کہ جتنے آدم زاد تیری قید میں ہیں' ان سب کو آزاد کر دے۔''

بادشاہ کے حکم سے سارے قیدی پیش کئے گئے اور ان سب کو آزاد کر دیا گیا۔ پھر بادشاہ حاتم سے بولا: ''بھائی مجھ پر ایک احسان اور کر' میری بیٹی ایک مدت سے بیمار ہے' نہ کچھ کھاتی ہے' نہ پیتی ہے۔ ذرا اسے دیکھ لے۔ ممکن ہے تیری کوشش سے وہ اچھی ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میں ہمیشہ کے لئے تیرا بے دام غلام ہو جاؤں گا۔''

حاتم نے کہا: ''بسم اللہ' چلیئے اُسے بھی دکھائیے۔''

بادشاہ حاتم کو محل میں لے گیا۔ حاتم نے ایک ہفتے تک اُسے مہرے کا پانی پلایا۔ اللہ نے مدد کی اور وہ اچھی ہو گئی۔ چہرہ کندن کی طرح دمکنے لگا۔ حاتم نے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ اُس نے بہت سے قیمتی تحفے تحائف دیئے اور بڑی عزت کے ساتھ حاتم کو غار سے

رخصت کیا۔

غار سے نکل کر حاتم حارس سوداگر کی بیٹی کے پاس پہنچا اور اُسے غار کا سارا حال سنایا۔ اُس کے بعد اُس آواز کی کھوج میں چلا جو ہر جمعہ کی رات کو جنگل کی طرف سے آتی تھی۔ بہت دنوں بعد ایک ایسے گاؤں میں جا پہنچا جہاں کے سب رہنے والے رو رہے تھے۔ لوگوں سے پوچھا: ''کیا ماجرا ہے؟''

انہوں نے کہا: ''ہم بدنصیبوں کے گاؤں میں ہر مہینے کی سات تاریخ کو ایک بلا آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے۔ اس مرتبہ ہمارے سردار کے بیٹے کی باری ہے۔ ہم سب اس لئے روتے ہیں۔''

حاتم نے سب کو تسلی دی اور کہا: ''تم غم نہ کرو۔ اس بار تمہارے سردار کے بیٹے کی جگہ میں اُس کے پاس جاؤں گا، مگر یہ بتاؤ وہ بلا ہے کس صورت شکل کی۔''

لوگوں نے اُس کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔

حاتم نے کہا: ''گھبراؤ مت، جو میں کہوں وہ کئے جاؤ۔ اللہ نے چاہا تو اس بلا سے نجات پاؤ گے۔''

سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ''تم جیسے کہو گے، ہم ویسے ہی کریں گے۔''

حاتم نے سو گز لمبا اور سو گز چوڑا ایک آئینہ تیار کرا کے اس میدان میں رکھ دیا، جہاں وہ بلا آیا کرتی تھی۔ اوپر سے ایک چادر ڈھک دی۔ حاتم اُس بلا کے آنے سے پہلے آئینے کے پیچھے چھپ کر بیٹھا رہا۔ آدھی رات کے بعد وہ بلا آئی۔ حاتم نے چپکے سے چادر سرکا دی۔ بلا نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو غصے سے پھولنے لگی اور ایسی ایسی ڈراؤنی آوازیں نکالیں کہ بستی کے رہنے والوں کے دل دہل گئے۔ آخر پھولتے پھولتے بلا کا پیٹ پھٹ گیا۔ ذرا دیر میں بے جان ہو کر زمین پر آ رہی۔

بلا کے مرنے کا لوگوں کو پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے۔ سب دوڑے دوڑے حاتم کے پاس آئے۔ سردار بھی آیا اور قدموں میں گر پڑا۔ بولا: ''تو جو کہے وہ حاضر کروں۔''

حاتم نے کہا: ''میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے تو کسی اور ہی کام کی دھن سوار ہے۔'

'سردار نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' حاتم نے ساری بات بتائی۔

سردار نے کہا: ''وہ آواز تو ہم بھی سنتے ہیں لیکن اُس کا حال کسی کو نہیں معلوم۔''

حاتم نے کہا: ''آج کی رات میں اسی بستی میں ٹھہر کر وہ آواز سنوں گا۔''

وہ رات حاتم نے اسی بستی میں گزاری۔ آدھی رات کو آواز گونجی: ''افسوس میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔''

حاتم فوراً اس آواز کی طرف چل پڑا۔ آخر چلتے چلتے ایک قبرستان میں جا نکلا' اچھی جگہ تھی۔ سوچا آج کی رات یہیں آرام کرلوں۔ اینٹوں کا تکیہ بنایا اور ایک کونے میں لیٹ رہا۔ آدھی رات بیتی تھی کہ عجب کرشمہ دکھائی دیا۔ ایک ایک کر کے ساری قبروں کے منہ کھل گئے اور ہر ایک میں سے ایک ایک بزرگ نکلا جو سفید چادر اپنے جسم سے لپیٹے تھا۔ ایک نے چاندنی کا فرش بچھا دیا۔ باقی سب آ آ کر فرش پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک شخص ایک ٹوٹی قبر سے نکلا۔ اس کا لباس ملگجا تھا۔ ذرا دیر میں قہوے کا دور چلنے لگا' مگر اُس غریب کو کسی نے نہ پوچھا۔

اتنے میں اس بدنصیب آدمی نے بڑی دُکھ بھری آواز میں کہا: ''افسوس' میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔''

تھوڑی دیر میں ہر ایک کے آگے خوان آیا۔ ہر خوان میں ایک پیالہ کھیر کا اور ایک کوزہ ٹھنڈے پانی کا تھا۔ اُس بیچارے کے پیالے میں کنکر' پتھر اور کوزے میں خون بھرا تھا۔

حاتم ایک کونے میں چھپا یہ سب کچھ دیکھتا تھا۔ ایک بزرگ نے حاتم کو بھی کھیر کا پیالہ اور ٹھنڈے پانی کا کوزہ لا کر دیا۔

حاتم نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: ''آپ کی مہربانی کہ آپ نے میرا اتنا خیال کیا، مگر یہ تو بتایئے کہ اس بیچارے نے کیا قصور کیا ہے کہ اُسے کھیر کی جگہ کنکر، پتھر اور پانی کی جگہ خون دیتے ہیں؟''

بزرگ نے جواب دیا: ''اے نوجوان! اس کا حال تو ہم میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم، پوچھنا چاہتے ہو تو تم خود جا کر اسی سے پوچھ لو۔''

یہ جواب سن کر حاتم اُٹھا اور اُس مصیبت زدہ کے پاس پہنچا۔ سلام کیا اور پاس ہی بیٹھ گیا، جو کچھ دیکھا تھا، اس کا سبب پوچھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رو کر بولا:

''اے جوان! میرا نام یوسف ہے۔ میں سوداگر تھا اور ان سب کا سردار تھا جو میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ میں نے بڑی دولت کمائی، مگر اللہ کے راستے میں کچھ بھی خرچ نہ کیا۔ نیکی کی جو بات کسی نے سمجھائی، وہ میری سمجھ میں نہ آئی۔ ہمارا قافلہ ایک دن تجارت کا سامان لئے اس راستے سے گزر رہا تھا۔ اچانک ڈاکو ٹوٹ پڑے۔ سب کچھ چھین لیا اور ہمیں مار کر یہاں دفن کر دیا۔ میں نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ ان لوگوں کی نیکی ان کے کام آئی۔ یہ بھی سن لے کہ میں چین کا رہنے والا ہوں۔ اب میری اولاد کا یہ حال ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہے۔''

حاتم کو سوداگر کے حال پر بہت ترس آیا۔ سوداگر سے پوچھا: ''یہ بتا اب بھی کوئی صورت ہے کہ تجھے تکلیف سے چھٹکارا ملے۔ سوداگر نے کہا: ہاں! ایک صورت ہے۔ ایک جگہ میری بہت سی دولت دفن ہے، کوئی وہاں جائے، اُسے کھود کر نکالے۔ اس میں سے ایک حصہ میری اولاد کو دے۔ باقی اللہ کے راستے میں بانٹ دے۔ اس طرح مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا

مل سکتا ہے اور اللہ مجھ سے راضی ہو سکتا ہے۔"

حاتم نے کہا: "اے عزیز! میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ اللہ چاہے تو آج ہی تیرے ملک کی طرف روانہ ہوتا ہوں اور جو ترکیب تو نے بتائی ہے وہ کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور چین کی طرف جانے کے لئے کمر کس لی۔ چلتے چلتے ایک جگہ کنواں نظر آیا۔ حاتم پیاسا تھا۔ چاہا کہ اس سے لے کر پانی پیئے۔ اتنے میں کنویں سے ایک سانپ نے منہ نکالا اور ایک آدمی کی کمر میں بل ڈال کر اسے اندر کھینچ لیا۔ حاتم اللہ کا نام لے کر کنویں میں کود پڑا۔ جوں ہی زمین سے پیر ٹکے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ چاروں طرف ایک وسیع میدان ہے۔ ہرے بھرے درخت ہیں۔ سامنے ایک عالی شان محل ہے جس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ حاتم اندر داخل ہو گیا۔ ایک جڑاؤ تخت نظر پڑا جس پر کوئی آدمی سو رہا تھا۔ اتنے میں وہ سانپ نظر آیا اور اس نے حاتم پر حملہ کر دیا۔

حاتم نے دوڑ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ سانپ اس زور سے چیخا کہ تخت پر سویا ہوا آدمی اُٹھ بیٹھا۔

اُس نے حاتم سے کہا: "اے اجنبی! اس سانپ کو چھوڑ دے۔"

حاتم نے کہا "خدا کی قسم! اگر اس نے مسافر کو نہ چھوڑا تو میں اسے جیتا نہ چھوڑوں گا۔"

یہ تکرار ہو ہی رہی تھی کہ سانپ حاتم کو نگل گیا۔ حاتم پیٹ کے اندر پہنچ کر بہت گھبرایا۔ اتنے میں آواز آئی۔

"اے حاتم! یہ سب جادو کا کارخانہ ہے۔ تو برے جنجال میں پھنس گیا ہے۔ کمر سے خنجر نکال اور اس کا پیٹ چاک کر دے۔ یہاں سے بچنے کا بس یہی طریقہ ہے۔"

حاتم نے ایسا ہی کیا۔ پیٹ چاک کرتے ہی ایک چشمہ سا ابل پڑا اور حاتم اس میں تیرنے لگا۔ آخر تیرتا تیرتا ایک بیابان میں جا نکلا۔ دیکھا وہاں بہت سے آدمی کھڑے ہیں

www.pakistanipoint.com

جو سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں۔

ان آدمیوں میں وہ بھی شامل تھا' جسے سانپ نے کنویں میں کھینچا تھا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ سب لوگ وہی ہیں' جنہیں سانپ نے پکڑا تھا۔

حاتم نے کہا: "بھائیو! سب خدا کا شکر ادا کرو کہ اس طلسم سے چھٹکارا ملا اور اپنے اپنے گھر کی راہ لو۔" وہ سب حاتم کو دعائیں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

ان سب لوگوں کو رخصت کر کے حاتم پھر چین کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے ایک عالی شان شہر کے دروازے پر پہنچا۔ لوگ اسے پکڑ کر لے گئے اور بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

حاتم بہت غصے میں تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا: "تمہارے شہر کا نرالا دستور ہے۔ مہمان کی خاطر کرنے کے بجائے اسے گرفتار کر لیتے ہیں۔"

یہ بات سن کر بادشاہ رونے لگا اور بولا "اے مسافر! تو ٹھیک کہتا ہے' لیکن ایک بلا نے ہمیں مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

حاتم نے کہا "وہ بلا کون سی ہے؟"

بادشاہ نے کہا: "وہ بلا خود میری لڑکی ہے۔ اُسے کسی نے جادو کر دیا ہے۔ جو مسافر اس شہر میں آتا ہے۔ اُس سے دو سوال کرتی ہے۔ وہ جواب نہیں دے پاتا اور مفت میں مارا جاتا ہے۔ اس شہر کا نام کبھی عادل نگر تھا' مگر اسی لئے اب اس کا نام بیداد نگر ہے۔"

حاتم نے اس لڑکی کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ بادشاہ اُسے لے کر اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ محل میں جا کر دیکھا کہ شہزادی تخت پر بیٹھی ہے۔ صورت ایسی پیاری ہے کہ حور پری دیکھے تو شرما جائے۔

حاتم اس کے پاس جا بیٹھا۔ شہزادی دیر تک اچھی اچھی باتیں کرتی رہی۔ اتنے میں رات ہو گئی۔ کھانا آیا' سب نے ہنسی خوشی کھایا اور پھر باتیں شروع ہو گئیں۔ اس میں آدھی رات

www.pakistanipoint.com

ڈھل گئی۔ اس وقت سب آدمی باہر چلے گئے۔ اب شہزادی اور حاتم اکیلے رہ گئے۔ دیکھتے دیکھتے شہزادی پر دورہ سا پڑ گیا۔ پاگلوں کی طرح کودنے لگی اور حاتم کے پاس آ کر بولی:

''اے اجنبی! یہ بتا تجھے اپنی جان پیاری نہیں جو یہاں آیا۔''

حاتم چپ رہا۔ شہزادی نے کہا: ''اچھا اب تو ہمارے سوالوں کے جواب دے۔ ایسا لگتا ہے کہ تیری موت تجھے یہاں لائی ہے۔''

حاتم نے کہا: ''خیر' موت زندگی تو خدا کے ہاتھ میں ہے' تو اپنے سوال بتا۔''

شہزادی بولی: ''پہلے تو یہ بتا کہ وہ کون سا میوہ ہے جو سب میووں سے زیادہ میٹھا ہے؟''

حاتم جھٹ سے بولا: ''اولاد''

شہزادی نے پھر پوچھا: ''وہ کیا چیز ہے جو ہر ایک کو کھا لیتی ہے؟''

حاتم نے جواب دیا ''موت''۔

دونوں جواب سنتے ہی شہزادی تھر تھر کانپنے لگی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اُس کے گرتے ہی اُس کے بدن میں سے ایک کالا سانپ نکل کر حاتم کی طرف لپکا۔

حاتم نے جھٹ پگڑی سے مہرہ نکال کر منہ میں رکھ لیا۔ سانپ نے جیسے ہی حملہ کیا' حاتم نے اُس کی گردن مروڑ کر ایک ہنڈیا میں بند کر دیا اور زمین میں گڑھا کھود کر ہنڈیا اُس میں دبا دی۔ اُس کے بعد حاتم شہزادی کے قریب پہنچا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دن نکلتے نکلتے وہ ہوش میں آ گئی۔

حاتم کو دیکھ کر چونکی اور بولی: ''تو کون ہے اور میرے محل میں کس طرح آیا؟''

حاتم نے اپنے آنے' لڑکی کے سوال کرنے اور سانپ کے مارے جانے کا حال بتایا۔ وہ بڑی حیران ہوئی۔ پھر اُس نے دائی کو آواز دی اور حاتم سے کہا کہ سارا حال اسے بھی سنا۔

اُس کے بعد بادشاہ آیا اور اس نے بھی سارا واقعہ سنا۔ سب حیران تھے۔

www.pakistanipoint.com

حاتم نے کہا: ''اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ وہ سانپ جو مارا گیا' اصل میں ایک جن تھا۔ یہ جن شہزادی کے سر پر سوار ہو گیا تھا۔ ہر مسافر کو وہی مار ڈالتا تھا۔ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ شہزادی کو اس سے چھٹکارا ملا۔ اب اس پر پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔''

بادشاہ یہ خوش خبری سن کر بہت خوش ہوا اور حاتم سے کہا: ''اے نیک دل انسان! میں تیرا احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اب میری بڑی خواہش یہ ہے کہ تو میری بیٹی سے شادی کر لے۔''

حاتم راضی ہو گیا تو دھوم دھام سے دونوں کا بیاہ ہو گیا۔

شادی کے بعد حاتم کچھ دن وہاں ٹھہرا۔ پھر یوسف سوداگر کے کام کے لئے چین کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے اُس کے شہر میں جا پہنچا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یوسف سوداگر کی حویلی کدھر ہے۔ سب حیرت سے حاتم کا منہ تکنے لگے۔

ایک نے کہا: ''شاید تو کوئی دیوانہ ہے' جو یوسف سوداگر کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ اُسے مرے تو سو برس ہونے کو آئے۔''

حاتم نے کہا: ''یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ پھر بھی اُس کی حویلی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے کہا: ''اُس کی حویلی سوداگروں کے محلے میں ہے۔ سیدھے ہاتھ کو چلے جاؤ۔''

حاتم پوچھتا پوچھتا سوداگروں کے محلے میں جا پہنچا۔ ادھر سارے شہر میں یہ شہرت ہو گئی کہ کوئی دیوانہ یوسف کو پوچھتا پھرتا ہے۔ یہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ یوسف کے خاندان والے بھی وہاں پہنچ گئے۔ حاتم کو پتہ چلا کہ یہ یوسف کے رشتہ دار ہیں تو ان میں سے ایک سے کہنے لگا: ''بھائی' ایک جگہ میری ملاقات یوسف سوداگر سے ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک پیغام بھیجا ہے۔''

اتنا سننا تھا کہ لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ ایک نے کہا: ''اسے بادشاہ کے پاس لے چلو۔''

www.pakistanipoint.com

غرض لوگ حاتم کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ حاتم نے بادشاہ کو وہ سارا واقعہ سنا دیا' جو قبرستان میں دیکھا تھا۔ یوسف کی خواہش بھی بادشاہ کو بتا دی۔ وہ بھی اسے دیوانہ سمجھ کر ہنسنے لگا۔

حاتم نے کہا: "اے شریف بادشاہ! تو مجھے دیوانہ سمجھ کر ہنس رہا ہے اور میں دل میں سوچ رہا ہوں تو کتنا نادان ہے۔ ذرا سوچ تو' اگر یوسف مجھے نہ ملتا تو مجھے کیسے پتہ چلتا کہ اس کی دولت کہاں گڑی ہے۔"

یہ بات بادشاہ کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اسے لے کر یوسف سوداگر کی حویلی میں پہنچا۔ یوسف کی بتائی ہوئی جگہ پر زمین کھودی گئی۔ بہت مال نکلا۔ حاتم نے ایک چوتھائی اُس کے عزیزوں کو دیا۔ باقی خیرات کر دیا۔

اس کام کو پورا کر کے حاتم واپس لوٹا اور یوسف کی قبر پر پہنچا۔ ابھی جمعہ میں دو دن باقی تھے۔ اس نے وہاں ٹھہر کر انتظار کیا۔ جمعہ کی رات کو پھر وہی ہوا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ آج یوسف سوداگر نے بھی سب کی طرح اُجلے کپڑے پہن رکھے تھے۔ بیٹھنے کا وقت آیا تو اُسے بھی فرش پر جگہ ملی اور آج اُس کے سامنے بھی کھیر کا پیالہ اور ٹھنڈے پانی کا کوزہ آیا۔

یوسف نے حاتم کو دیکھا تو اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کہا: "اے حاتم! تیری مہربانی سے آج اس عذاب سے مجھے چھٹکارا ملا۔"

حاتم بھی یہ سوچ کر بہت خوش تھا کہ میں اس کے کام آیا اور میری وجہ سے اس کا عذاب ختم ہوا۔ حاتم نے یوسف سوداگر سے اجازت لی اور چل کھڑا ہوا۔

ذرا دور چلنے کے بعد ایک جگہ ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ حاتم نے سمجھا کوئی مصیبت کی ماری غریب عورت ہے۔ اپنی قیمتی انگوٹھی اُتار کر اُسے دے دی۔ بڑھیا دعائیں دینے لگی۔ حاتم آگے بڑھ گیا۔ ذرا دور گیا تھا کہ بڑھیا نے چلا کر کہا: "اِکے دُکے پنچھی پردیسی کا

www.pakistanipoint.com

راہ باٹ میں اللہ نگہبان۔"

اس آواز کے سنتے ہی سات ہٹے کٹے مسلح آدمی جنگل سے نکلے اور حاتم کے پیچھے لگ لئے۔ بات یہ تھی کہ یہ ساتوں آدمی اس مکار بڑھیا کے بیٹے تھے اور ان کا کام تھا' جنگل میں اکیلے دکیلے مسافروں کو لوٹ لینا۔ بڑھیا کا کام انہیں چوکنا کرنا تھا کہ لو ایک پنچھی آ گیا ہے، اسے پکڑ لو۔

تھوڑی دور چل کر انہوں نے حاتم پر حملہ کیا اور اُس کے سارے ہیرے جواہر چھین لئے۔ اسے مار پیٹ کے ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ بیچارہ حاتم تین دن اس کنویں میں پڑا اٹر پتا رہا۔ تیسرے دن مہرہ گھسا کر زخموں پر لگایا تو چین پڑا۔ آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں ایک بزرگ آئے اور کہنے لگے: "حاتم! اس جگہ ایک بڑا خزانہ دفن ہے۔ کل صبح دو آدمی یہاں آئیں گے اور اس جگہ سے تجھے نکالیں گے۔"

یہ سن کر حاتم کو اطمینان ہوا اور وہ دن نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ دن نکلنے پر دو آدمی کنویں کے قریب آئے اور انہوں نے کنویں میں رسی پھینک کر حاتم کو آواز دی۔ حاتم رسی کے سہارے کنویں سے باہر آیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

حاتم سوچنے لگا: "اگر اس وقت وہ سات چور یہاں ہوتے تو یہ ساری دولت انہیں دے دیتا اور کہتا کہ آئندہ کے لئے چوری سے توبہ کر لو۔"

حاتم پھر اسی راستے پر پہنچا جہاں بڑھیا ملی تھی۔ اُسے دیکھ کر بڑھیا نے پھر وہی آواز لگائی "اکے دکے پنچھی پردیسی کا راہ باٹ' میں اللہ نگہبان۔" اس آواز کو سن کر وہ ساتوں مسٹنڈے پھر نکل آئے۔

حاتم نے ان سے کہا: "دوستو! آج تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اس لوٹ مار سے باز آ جاؤ۔ میرے پاس کافی دھن دولت ہے۔ اسے لو اور اس دھندے سے ہاتھ اٹھاؤ۔"

مسٹنڈوں نے وہ مال لے کر وعدہ کیا کہ آئندہ یہ کام نہیں کریں گے۔

ان سے رخصت ہو کر حاتم آگے بڑھا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک کتا ہانپتا ہوا آیا اور پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ بیچارے کا پیاس سے برا حال تھا۔ زبان لٹک پڑی تھی۔ حاتم نے اُسے گود میں اُٹھا لیا۔ پاس کے ایک گاؤں میں لے جا کر اُسے پیٹ بھر کے پانی پلایا۔ پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا تو دیکھا کہ سر میں ایک کیل ٹھکی ہوئی ہے۔ حاتم نے وہ کیل کھینچ کر نکالی۔ فوراً ہی وہ کتا ایک خوبصورت نوجوان کے روپ میں آ گیا۔

حاتم کُتے کو آدمی بنتے دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہا: ''اے خوبصورت جوان! اپنا حال سنا۔''

نوجوان بولا: ''اے مہربان! میں سورت شہر کا رہنے والا ہوں۔ تجارت کرتا تھا۔ میری بیوی جادوگرنی تھی۔ اُس نے سر میں کیل ٹھوک کر مجھے کتا بنا دیا۔ کتے کے روپ میں تین دن تک بھوکا پیاسا پھرتا رہا۔ آخر اللہ نے تجھے مجھ پر مہربان کر دیا۔ تیرے کیل نکالنے سے میں پھر آدمی کی شکل میں آ گیا۔ جی چاہتا ہے کہ چند دن تو میرا مہمان رہتا اور میں تیری خدمت کرتا۔''

حاتم نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ کئی دن اُس کا مہمان رہنے کے بعد رخصت ہوا اور حارث سوداگر کی بیٹی کے پاس پہنچا۔ اسے اپنی کامیابی کی خبر دی اور سفر کی ساری تفصیل سنائی۔

سوداگر کی بیٹی نے کہا: ''ہاں تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ بہت دنوں سے وہ آواز آنی بند ہو گئی۔ میرا ایک سوال اور رہ گیا ہے۔ اگر تو نے اُس کا جواب بھی لا دیا تو میں تیری کنیز ہوں۔''

حارس کی بیٹی سے یہ بات چیت کرنے کے بعد حاتم سرائے میں آیا اور وہاں سوداگر کے بچے سے ملاقات کی۔ وہ بڑی بے چینی سے حاتم کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ حاتم کو دیکھ

www.pakistanipoint.com

کر اس کے گلے لگ گیا۔

حاتم نے سفر کا سارا قصہ اور اپنی کامیابی کا حال سنایا اور کہا: "تو اطمینان سے یہاں آرام کر۔ اللہ نے چاہا تو تیسرے سوال کا جواب بھی جلد لاؤں گا۔ اس کے بعد سوداگر کی بیٹی سے تیری شادی کرا دوں گا۔"

وہ بیچارہ پہلے ہی حاتم کا بے دام غلام تھا۔ اب اس نے ڈھارس بندھائی تو احسان کے بوجھ سے اور بھی گردن جھک گئی۔ بار بار حاتم کا شکریہ ادا کیا۔

ایک دن حاتم نے آرام کیا۔ دوسرے دن پھر سفر کے لئے کمر کس لی۔ اس بار اُسے پری شاہ کے مہرے کی تلاش تھی۔ حاتم سمجھ رہا تھا کہ دیوؤں کا بادشاہ اس کا صحیح پتہ بتا سکے گا۔ حاتم اس لئے اُسی غار کے دہانے پر پہنچا جس میں پہلے داخل ہو کر دیوؤں کے بادشاہ تک پہنچا تھا۔ اس بار آسانی سے وہاں جا پہنچا۔ بادشاہ حاتم کو پہچان گیا اور اس نے بڑی عزت سے حاتم کو بٹھایا۔ آنے کا سبب پوچھا۔

حاتم نے کہا: "مجھے پری شاہ کے مہرے کی تلاش ہے۔ آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ کسی طرح مجھے پری شاہ کے ملک تک پہنچا دیجئے۔"

بادشاہ نے کہا: "اے حاتم! تو کیسی نادانوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ کسی دیو یا کسی انسان کی مجال نہیں کہ پری شاہ کے ملک تک پہنچ سکے۔ اس بیکار خیال کو دل سے نکال دے ورنہ مفت میں اپنی جان گنوائے گا۔"

حاتم نے کہا: "میں اس خیال سے باز آنے والا نہیں۔ میرا نام حاتم ہے۔ میں کسی کی مدد کرنے کے لئے اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلا ہوں۔ اب یہ ممکن نہیں کہ تکلیفوں سے ڈر کے گھر لوٹ جاؤں۔"

دیوؤں کے بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ حاتم دھن کا پکا ہے۔ کسی طرح نہ مانے گا۔ اس نے

www.pakistanipoint.com

چند دیو حاتم کے ساتھ کر دیئے اور ان سے کہہ دیا کہ "حاتم کو پری شاہ کی سرحد تک پہنچا دینا۔ خود اندر نہ جانا بلکہ وہیں رک کر حاتم کی واپسی کا انتظار کرنا۔"

حاتم دیوؤں کے ساتھ روانہ ہوا اور کچھ ہی دن میں پری شاہ کی سرحد کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں دیوؤں سے رخصت ہو کر سرحد کے اندر داخل ہوا۔ اندر پہنچتے ہی پری زادوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور گردن میں طوق ڈال کر گرفتار کر لیا۔ پوچھا:

"تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

حاتم گونگا بن گیا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا۔ پھر لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی۔ آگ بھڑک اٹھی تو حاتم کو اس میں جھونک دیا۔

حاتم تین دن تک اُس بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑا رہا۔ لیکن مہرے کی وجہ سے اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ آگ ٹھنڈی پڑ گئی تو حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور آگے چلا۔ تھوڑی دیر میں پھر پری زادوں نے آ گھیرا۔ اس بار انہوں نے اسے اتنی زور سے اُٹھا کر پھینکا کہ یہ کوسوں دور دریائے شور میں جا گرا۔ وہاں ایک گھڑیال نے اسے نگل لیا۔ یہاں بھی مہرے نے اس کی مدد کی۔ آخر تنگ آ کر گھڑیال نے اسے اُگل دیا۔

حاتم نے کپڑے سکھائے اور آگے بڑھ گیا' آگے جا کر پھر پری زاد مل گئے۔ حاتم کے بہت کہنے سننے پر انہوں نے اسے کوئی سزا نہ دی' مگر بادشاہ کو لکھ کر بھیج دیا۔ حاتم نے یہ بھی لکھوا دیا کہ یہ آدم زاد آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔

بادشاہ نے لکھا: "اس آدم زاد کو فوراً ہماری خدمت میں حاضر کرو۔"

جواب ملتے ہی پری زادوں کا غول حاتم کو لے کر بادشاہ کے محل کی طرف چلا۔ آدم زاد کے آنے کی خبر چاروں صرف پھیل گئی۔

مینا کی بیٹی حسنا پری تک بھی خبر پہنچی کہ ایک آدم زاد یہاں آیا ہے' جو حُسن اور بہادری میں

اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اُسے حاتم کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہوا۔ حاتم کو لئے پری زادوں کا لشکر جس راستے سے گزرنے والا تھا' اُس کے پاس ہی حسنا پری کا ایک باغ تھا۔ دل میں سوچا' وہاں جا کر کسی ترکیب سے حاتم کو وہاں پکڑوا کر بلوالو۔

یہ سوچ کر ماں کے پاس گئی اور اس سے اجازت مانگی۔ پھر اپنی ہم جولیوں کو لے کر باغ میں جا پہنچی۔ وہاں پہنچ کر اپنی ہم جولیوں سے کہا: ''اُڑتی ہوئی جاؤ اور اُس آدم زاد کا پتہ لگاؤ۔''

ہم جولیاں فوراً اُڑ گئیں۔ واپس آ کر بتایا کہ ''دریائے قلزم کے چوکیدار اُسے بادشاہ کے پاس لئے جاتے ہیں اور وہ آدم زاد واقعی ایسا خوبصورت ہے کہ چاند سورج بھی اُسے دیکھ کر شرماتے ہیں۔''

یہ سن کر حسنا کا اشتیاق اور بڑھا۔ فوراً حکم دیا: ''جس طرح بنے اُسے پکڑ کر یہاں لے آؤ۔''

پریاں فوراً وہاں جا پہنچیں اور موقع کی تلاش میں رہیں۔ آدھی رات ہوئی تو چوکیدار اُونگھ گئے۔ پریوں نے حاتم کو بیہوش کیا اور باغ میں لے آئیں۔ حسنا پری نے اُسے دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ جیسا سنا تھا' اس سے بھی زیادہ پایا۔ دل میں طے کر لیا اب اسے یہاں سے نہ جانے دوں گی۔

ذرا دیر میں حاتم ہوش میں آ گیا۔ آنکھ کھلی تو پری پر نظر پڑی۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ماجرا ہے۔ پوچھا: ''تم کون ہو اور میں یہاں کس طرح آیا؟''

حسنا پری نے جواب دیا: ''اے آدم زاد! یہ باغ مینا پری زاد کا ہے۔ میں اُس کی بیٹی ہوں۔ حسنا پری میرا نام ہے۔ تیرے حسن اور تیری بہادری کے قصے سنے تو تیرے دیکھنے کو جی چاہا۔ اس لئے یہاں بلوالیا۔''

www.pakistanipoint.com

یہ جواب سن کر حاتم مسکرا دیا اور بولا: ''اے حسین پری! تو نے میرا راستہ کھوٹا کیا۔ میں تو جلد سے جلد ماہ رو پری شاہ کے دربار میں پہنچنا چاہتا تھا۔''

حسنا پری نے پوچھا: ''آخر کیوں' وہاں تیرا کیا کام تھا؟''

حاتم نے اپنے جانے کا مقصد بتایا تو وہ بولی: ''اے آدم زاد! یہ کام آسان نہیں' وہاں تو فرشتوں کے پر جلتے ہیں' بھلا تیری کیا مجال کہ وہاں پہنچ سکے۔ خیر مجھ سے تیرے لئے جو کچھ بن پڑے گا' ضرور کروں گی۔''

اُدھر یہ ہوا کہ جب دریائے قلزم کے چوکیدار جاگے اور حاتم کو غائب پایا تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ چاروں طرف ڈھونڈا مگر وہ وہاں ہوتا تو ملتا۔ ماہ رو پری شاہ دیر سے حاتم کا منتظر تھا۔ وہ نہ پہنچا تو پتہ چلانے کو پری زاد بھیجے۔ انہوں نے واپس آ کر حاتم کے غائب ہونے کی اطلاع دی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔ چاروں طرف پیادے دوڑا دیئے کہ کسی طرح پتہ لگائیں۔ انہوں نے تھوڑے دنوں بعد آ کر اطلاع دی کہ حاتم کو حسنا پری نے اپنے باغ میں مہمان بنا رکھا ہے۔

یہ سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً حکم دیا کہ مینا پری زاد' حسنا پری اور آدم زاد کو پکڑ لاؤ۔ مینا نے سپاہیوں کو دیکھا تو بہت گھبرائی اور فوری چلنے کو تیار ہو گئی۔ اس کے بعد سپاہی باغ میں پہنچے۔ وہاں سے حسنا پری اور حاتم کو لیا اور سب کو ماہ رو پری شاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

حسنا پری کو دیکھ کر بادشاہ کی تیوری پر بل پڑ گئے' بہت بگڑا۔ پھر حاتم کی طرف مخاطب ہو کر بولا ''اے آدم زاد! تیری کیسے ہمت ہوئی کہ تو نے ہمارے ملک میں قدم رکھا؟''

حاتم نے کہا: ''میں نے تیری بڑی تعریف سنی تھی۔ تجھے دیکھنے کا شوق مجھے یہاں کھینچ لایا۔''

www.pakistanipoint.com

اس بات سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ بولا: ''اگر تو ہمارا ایک کام کرے تو منہ مانگی مراد پائے۔ میرا ایک بیٹا ہے۔ مدت سے اُس کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ یہاں تک کہ بینائی بھی جاتی رہی۔ ہو سکے تو اُس کا علاج کر۔''

حاتم نے اُسے بلوایا۔ وہ بیچارہ درد سے بے چین تھا۔ حاتم نے آنکھوں پر مہرہ لگایا۔ درد فوراً جاتا رہا۔

حاتم نے بادشاہ سے کہا: ''پردۂ ظلمات میں ایک پودا ہے۔ توریز اُس کا نام ہے اُس کے رس کے چند قطرے منگوا دے تو اس کی آنکھوں کی روشنی ابھی لوٹ آئے۔''

بادشاہ نے درباریوں کی طرف دیکھ کر پوچھا: ''تم میں سے کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟'' مگر سب چپ رہے۔

آخر حسنا پری بولی ''یہ کام میں کروں گی۔''

بادشاہ کی اجازت پا کر وہ فوراً چلی گئی اور آٹھویں دن اس کا رس لے آئی۔ حاتم نے اسے لڑکے کی آنکھوں میں ٹپکایا تو آنکھیں تاروں کی طرح روشن ہو گئیں۔ بادشاہ خوشی میں آپے سے باہر ہو گیا۔ بولا: ''اے آدم زاد! بول کیا انعام چاہیے؟''

حاتم نے فوراً کہا: ''مجھے تیرا مہرہ چاہیے۔''

بادشاہ نے یہ سنا تو دھک سے رہ گیا۔ کہنے لگا: ''اے آدم زاد! میں تجھے قول دے چکا ہوں۔ اس لئے مہرہ دینے سے انکار تو نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بتا تو اس مہرے کا کرے گا کیا؟''

حاتم نے اُسے ساری بات بتا دی۔

بادشاہ نے کہا: ''خیر اس وقت تم مہرہ لے جاؤ' مگر میں یہ مہرہ سوداگر کی بیٹی کے پاس چھوڑوں گا نہیں۔''

حاتم نے کہا: ''یہ تو جان' میں تو صرف اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ

www.pakistanipoint.com

سوداگر کی بیٹی کی شادی میرے دوست سے ہو جائے۔"

بادشاہ نے مہرہ حاتم کے حوالے کر دیا۔ اس نے وہ مہرہ احتیاط سے بازو پر باندھ لیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر تھوڑے ہی دنوں میں اپنی منزل پر پہنچ گیا اور وہ مہرہ حارث سوداگر کی بیٹی کے حوالے کر دیا۔

مہرہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ کہنے لگی: "اب میں تیری لونڈی ہوں' تو جو حکم دے وہ بجا لاؤں۔"

حاتم نے جواب دیا: "میری خواہش یہ ہے کہ تو سوداگر بچے سے شادی کر لے۔"

اس نے کہا "جو تیری مرضی۔" چند دنوں میں دونوں کی شادی ہو گئی۔ وہاں سے فارغ ہو کر حاتم حُسن بانو کے سوال کا جواب لانے کے لئے روانہ ہو گیا۔

حاتم سفر کی مصیبتیں برداشت کرتا ہوا ایک دریا کے کنارے جا پہنچا۔ وہاں ایک شاندار محل بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے پر موٹے حرفوں میں لکھا تھا "نیکی کر اور دریا میں ڈال۔"

حاتم یہ عبارت پڑھ کر بہت خوش ہوا اور عمارت کے پھاٹک کی طرف چلا۔

حاتم ابھی پھاٹک کے پاس پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ دروازہ کھلا۔ چند خواص اندر سے نکل کر حاتم کے پاس آئے اور بڑی عزت کے ساتھ اسے اندر لے گئے۔

وہاں جا کر حاتم نے دیکھا کہ ایک بزرگ تخت پر بیٹھے ہیں۔ بڑی نورانی صورت ہے۔ حاتم کو دیکھ کر تخت سے اُٹھے اور اُسے گلے لگا لیا اور اپنے پاس تخت پر جگہ دی۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے منگوا کر حاتم کو کھلائے۔

کھانے سے فارغ ہو کر حاتم نے بزرگ سے پوچھا: "آپ کے محل کے دروازے پر جو عبارت لکھی ہے' اُس کا کیا مطلب ہے؟"

بزرگ نے جواب دیا: "اے عزیز! میں کسی زمانے میں رہزن تھا۔ راہ چلتوں کو لوٹنا میرا

www.pakistanipoint.com

کام تھا۔ لیکن میرا ایک قاعدہ تھا کہ دو گھی چپڑی روٹیاں دریا میں ڈال دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کام اللہ کے لئے کرتا ہوں۔ مدتوں یہی ہوتا رہا۔ ایک بار سخت بیمار پڑا۔ سدھ بدھ کی خبر نہ رہی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ فرشتے مجھے کھینچے ہوئے دوزخ میں لئے جا رہے ہیں۔ آخر دو فرشتوں نے آ کر کہا: ''اسے جنت میں لے جاؤ۔'' جب مجھے جنت کے دروازے پر لے جایا گیا۔ وہاں کے داروغہ نے کہا: ''اسے تم ابھی سے کیسے لے آئے۔ اس کی تو بہت عمر باقی ہے۔ اس نام کا دوسرا شخص ہے۔ اُسے لاؤ اور اسے واپس چھوڑ آؤ۔''

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ راستے میں وہ دونوں فرشتے پھر ملے۔ انہوں نے کہا: ''ہم وہ دو روٹیاں ہیں جو تو اللہ کے نام پر دریا میں ڈالا کرتا تھا۔''

پھر میں جاگ گیا اور اُسی دن سے رہزنی سے توبہ کر لی۔ جو کچھ میرے پاس تھا' اس میں سے تھوڑا سا روک کر باقی سب اللہ کے نام پر لٹا دیا۔ دریا میں روٹیاں ڈالنا میں کبھی نہ بھولا۔ اب یہ ہوتا ہے کہ جب میں روٹیاں دریا میں ڈالتا ہوں تو دریا سے ایک ہاتھ نکلتا ہے اور وہ سو دینار میرے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے۔

میں اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہوں' باقی اللہ کے نام پر خیرات کر دیتا ہوں۔ اب میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے اور یہ سب اُسی نیکی کی بدولت ہے جو میں کر کے دریا میں ڈال دیا کرتا تھا۔ اس لئے یہ عبارت لکھ کر میں نے اپنے دروازے پر لگا رکھی ہے۔''

حاتم نے بزرگ کا شکریہ ادا کیا اور اس سے اجازت لے کر شاہ آباد کا رخ کیا۔

حاتم چند ہی دن میں شاہ آباد پہنچ گیا۔ پہلے سرائے میں پہنچ کر اپنے دوست کو دلاسا دیا پھر حُسن بانو کے محل میں جا کر اسے سفر کا حال سنایا اور اُس سے تیسرا سوال دریافت کیا۔

حُسن بانو نے پہلے تو حاتم کی ہمت کی داد دی پھر کہا:

''اے جواں مرد مصیبت کے ماروں کے ہمدرد! میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص

www.pakistanipoint.com

جنگل میں کھڑا کہتا ہے...... ''کسی سے بدی نہ کر۔ اگر کرے گا وہی پائے گا۔ یہ پتہ لگا کہ وہ ایسا کیوں کہتا ہے۔''

حاتم نے کہا: ''اچھا' میں دو چار دن میں اس سوال کا جواب لانے کے لئے روانہ ہوتا ہوں۔''

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

تیسرا سوال

حاتم کا جانا اور تیسرے سوال کا جواب لانا

www.pakistanipoint.com

اب حاتم تیسرے سوال کا جواب لانے کے لئے روانہ ہوا۔ کوئی مہینہ بھر چلا ہوگا کہ ایک پہاڑ دکھائی دیا جو آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ اُس کی چوٹی پر ایک حسین جوان کھڑا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ”شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی۔“

حاتم نے قریب جا کر رنج و غم کا سبب پوچھا۔ اُس جوان نے جھنجھلا کر کہا: ”جا اپنا راستہ لے۔ جانے کتنے آئے اور سبب پوچھ پوچھ کر چلے گئے۔“

حاتم نے کہا: ”اے عزیز! جب تو نے بہتوں کو اپنا دکھ درد بتایا ہے تو مجھے بھی بتا دے۔ شاید میں اللہ کی مدد سے تیری مشکل آسان کر سکوں۔“

جوان نے کہا: ”اے مسافر! اگر تو جاننا ہی چاہتا ہے تو سن۔ میں ایک سوداگر ہوں۔ ایک دن اسی راستے سے گزر رہا تھا کہ الگن پری سے میری ملاقات ہوگئی۔ اُسے دیکھ کر میرا برا حال ہوگیا۔ ہوش و حواس جاتے رہے۔ وہ کسی طرح ہوش میں لائی اور بولی: ”اے جوان! تو مجھے بہت اچھا لگا۔ جی چاہتا ہے کہ تو کچھ دن میرا مہمان رہے، مگر ایک شرط ہے، تجھے ایک ہفتے یہاں رہ کر میرا انتظار کرنا ہوگا۔“

میرا اُس سے جدا ہونے کو جی تو نہ چاہتا تھا' مگر پھر ملاقات ہونے کی اُمید پر میں نے یہ شرط منظور کر لی۔

اس بات کو سات برس ہونے کو آئے۔ جب سے میں یہاں کھڑا اُس کا انتظار کر رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر پھر چیخ ماری اور وہی مصرعہ پڑھا:

شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی

حاتم کو اُس پر بڑا ترس آیا۔ بولا: ''اے دوست! میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ دوسروں کے کام آؤں۔ تو میرا انتظار کر' میں الگن پری کی تلاش میں روانہ ہوتا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو تیری مراد جلد پوری ہوگی۔''

اُسے دلاسا دے کر حاتم پریوں کے دیس کو روانہ ہوا۔ کئی دن چلنے کے بعد ایک باغ میں جا پہنچا۔ تھکا ہارا تو تھا ہی' تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اُٹھا تو دیکھا کہ چار پریاں سامنے بیٹھی ہیں۔ انہوں نے پوچھا: ''تو کون ہے اور یہاں کیسے آیا ہے؟''

حاتم نے آنے کا سبب بیان کیا۔ پریاں ہنسنے لگیں۔ بولیں: ''دیوانہ ہوا ہے' وہاں پہنچنا کوئی آسان کام ہے؟''

حاتم نے کہا: ''آسان ہو یا مشکل مگر مجھے ضرور وہاں پہنچنا ہے۔ ایک اللہ کا بندہ مشکل میں پھنسا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اُس کی مدد نہ کروں۔''

پریوں نے کہا: ''اگر جان جوکھوں میں ڈالنا چاہتے ہو تو ضرور جاؤ۔ الگن پری کوہ القا پر رہتی ہے۔ یہاں سے آٹھ دن چلو تو اُس کی سرحد پر جا پہنچو گے۔''

یہ سنتے ہی حاتم فوراً چل پڑا اور آٹھویں دن الگن پری کی سرحد پر جا پہنچا۔ سامنے ایک دوراہا تھا۔ عقل نے کام نہ کیا کہ کدھر جائے۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ کہیں دور سے رونے

پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ حاتم آواز کی طرف چل پڑا لیکن رات کا وقت تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کس کی آواز ہے۔ ناچار صبح کا انتظار کرنے لگے۔ صبح کو پھر آواز کے سہارے چل نکلا۔ تھوڑی دور گیا ہوگا کہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت نوجوان ننگے سر' ننگے پیر جنگل میں ادھر ادھر دوڑتا پھرتا ہے۔ ذرا ذرا دیر بعد رُک جاتا ہے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا ہے۔

حاتم نے اس نوجوان کے پاس جا کر رونے کا سبب پوچھا۔ اُس نے کہا: ''میں ایک پردیسی ہوں۔ روزی کی تلاش میں گھر سے نکل کر یہاں آ پہنچا۔ یہاں ایک حسین عورت سے ملاقات ہوگئی۔ اُس نے بھی مجھے پسند کیا اور اپنے محل میں لے جا کر مہمان رکھا۔ اُس کا باپ ایک بڑا جادوگر تھا۔ اُس نے جادو کے زور سے پتہ لگالیا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں۔ ایک دن آ کر اپنی بیٹی پر بہت خفا ہوا۔ پھر مجھے بلا کر کہا کہ اگر میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو میری تین شرطیں پوری کر۔ پہلی یہ کہ پری رو جانور کا ایک جوڑا لا کر دے' دوسری یہ کہ سرخ سانپ کا مہرہ لے کر آ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ کھولتے تیل میں غوطہ لگا کر صحیح سلامت نکل آ۔ تو ہی بتا یہ شرطیں میں کیسے پوری کر سکتا ہوں۔ اس لئے اُسے یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں۔''

حاتم نے اس کی ہمت بندھائی اور کہا کہ ''میں تیرے کام کی تدبیر کرتا ہوں۔''

حاتم جانتا تھا کہ پری رو جانور کا جوڑا دشت ماژندراں میں ملے گا۔ پہلے وہ اسی کے لئے روانہ ہوا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک قلعہ دکھائی دیا۔ قریب پہنچ کر دیکھا کہ لوگ اُس کی خندق میں آگ جلا رہے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ہر رات کو یہاں ایک بلا آتی ہے اور تین چار آدمیوں کو کھا جاتی ہے۔

حاتم نے کہا: ''آج رات اُسے آنے دو۔ میں اس کا کچھ علاج کروں گا۔''

www.pakistanipoint.com

رات ہونے سے پہلے حاتم خندق کے پاس چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب آدھی رات گزر گئی تو ایک جانور آتا دکھائی دیا' جس کے آٹھ پاؤں اور سات سر تھے۔ ایک سر ہاتھی کا اور چھ شیر کے۔ جو سر ہاتھی کا تھا' اُس میں نو آنکھیں تھیں۔ ذرا سی دیر میں بلا بلکل قریب آ گئی۔ لوگوں نے لکڑیوں میں آگ لگا دی تو وہ بوکھلا کر ادھر ادھر دوڑنے لگی۔ اتنے میں وہ حاتم کے بلکل سامنے آ گئی۔ حاتم نے تاک کر آنکھ میں تیر مارا تو وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی اور تھوڑی دیر میں وہ لوٹ لوٹ کر مر گئی۔

شہر کے لوگ بہت خوش ہوئے کہ حاتم کی بدولت بلا سے چھٹکارا ملا۔ سب نے چاہا کہ حاتم کو دھن دولت سے مالا مال کر دیں' مگر حاتم نے کچھ قبول نہ کیا۔ سب محتاجوں میں بٹوا دیا اور سب سے درخواست کی کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے دین و دنیا میں سرخرو کرے۔

حاتم ذرا آگے بڑھا تو ایک سانپ اور ایک نیولے کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا۔

حاتم نے ان دونوں سے پوچھا "تم میں ایسی کیا دشمنی ہے' کیوں لڑتے ہو؟"

سانپ نے کہا: "اس نے میرے باپ کو مارا ہے۔ میں اسے ماروں گا۔"

نیولا بولا: "یہ میری خوراک ہے۔ اسے میں کھاؤں گا۔"

حاتم نے کہا: "تجھے اپنا پیٹ ہی تو بھرنا ہے۔ میرے گوشت سے بھر لے۔"

پھر سانپ سے بولا "تجھے اپنے باپ کا بدلہ لینا ہے تو مجھ سے لے لے۔"

دونوں نے یہ سن کر لڑنا بند کر دیا۔

نیولے نے کہا: "تو مجھے اپنے گالوں کا گوشت کھانے کو دے۔"

حاتم نے فوراً تلوار نکال لی۔ قریب تھا کہ گوشت کاٹ ڈالے۔ اتنے میں نیولا چلایا:

"ٹھہر ٹھہر میں تو تیرا امتحان لیتا تھا۔ شاباش تیری ہمت کا کیا کہنا۔"

ذرا سی دیر میں سانپ اور نیولا لوٹ پوٹ کر آدمی کی شکل میں آ گئے اور اُٹھ کھڑے

www.pakistanipoint.com

ہوئے۔ حاتم بڑا حیران ہوا۔ پوچھا: ''یہ کیا ماجرا ہے؟''

سانپ بولا: ''اصل میں ہم دونوں جن ہیں۔ میں نے اس کے باپ کو مار ڈالا کیونکہ وہ اپنی بیٹی سے میری شادی نہ کرتا تھا۔ یہ اُس کا بھائی ہے۔ یہ بھی شادی کے لئے رضامند نہیں ہوتا۔ میں اسے بھی مار ڈالوں گا۔''

دوسرا بولا: ''یہ اپنی بہن کی شادی مجھ سے کر دے تو میں اپنی بہن کی شادی اس سے کر دوں۔''

وہ جن جو پہلے نیولے کے روپ میں تھا' کہنے لگا: ''کیا کروں میرے باپ کو یہ شادی منظور نہیں۔''

آخر حاتم نے جا کر اُسے راضی کیا اور ایک ہی دن میں دونوں کی شادی ہو گئی۔

شادی سے دونوں جن اتنے خوش ہوئے کہ دونوں نے حاتم کو ایک ایک تحفہ دیا۔ ایک نے عصا دیا۔ اس میں یہ کرامت تھی کہ سانپ' بچھو کاٹے تو اثر نہ کرے' کسی دشمن کا جادو کارگر نہ ہو' اس کے سائے میں لیٹ جاؤ تو آگ سے نہ جلو' راستے میں دریا آ جائے تو اسے ڈال دو۔ ڈالتے ہی یہ کشتی بن جائے۔

دوسرے نے ایک مہرہ دیا جسے منہ میں رکھ لو تو سانپ کے کاٹے کا اثر نہ ہو۔ حاتم دونوں چیزیں لے کر رخصت ہوا۔

حاتم ابھی زیادہ دور نہ جانے پایا تھا کہ ایک دریا ملا۔ حاتم نے پانی میں وہ عصا ڈال دیا تو وہ فوراً کشتی بن گیا۔ اس طرح حاتم نے دریا پار کیا اور دشت ماژندراں کی طرف چل دیا۔ دو دن لگاتار چلنے کے بعد وہ منزل پر پہنچ گیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ دشت ماژندراں میں پہنچ تو گیا' مگر اب کیا کروں اور وہ جانور کا جوڑا کہاں ڈھونڈوں۔ اسی سوچ بچار میں نیند آ گئی اور پری رو جانور کا ایک جوڑا اُسی درخت پر بیٹھا۔ نر مادہ دونوں آپس میں

www.pakistanipoint.com

تیں کرنے لگے۔

نر بولا: ''آج رات اس درخت کے نیچے حاتم طائی ہمارا مہمان ہے۔ اس نے دوسروں کے لئے اپنا آرام چین سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ ہر وقت یہی دھیان ہے کہ کس طرح کسی کے کام آؤں۔ اب اسے ہمارے جوڑے کی ضرورت پیش آئی ہے۔''

حاتم بھی نیچے لیٹا یہ ساری باتیں سنتا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے بہت سے جانور وہاں جمع ہو گئے۔

سب نے کہا: ''اے حاتم! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج تو ہمارا مہمان ہے۔ ہمیں تیرے یہاں آنے کا سبب بھی معلوم ہے۔ ہم اپنے بچوں کا ایک جوڑا تیری خدمت میں پیش کرتے ہیں۔''

حاتم نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا: ''تمہاری اس عنایت سے ایک نامراد اپنی مراد کو پہنچے گا۔''

غرض حاتم بچوں کا ایک جوڑا لے کر وہاں سے چل پڑا۔ یہ بھی سن لو کہ وہ جانور تھا عجیب سر اور چہرہ آدمی کا سا اور گردن کے نیچے کا سارا دھڑ بالکل مور جیسا۔

کافی لمبا سفر طے کر کے حاتم جادوگر کے شہر میں پہنچا اور سپاہی زادے کو وہ جوڑا دیا۔ جوان بہت خوش ہوا اور اسے لے کر فوراً جادوگر کے پاس پہنچا۔

اس نے کہا: ''اب میرا دوسرا سوال پورا کر اور سرخ سانپ کا مہرہ لا کر دے۔''

سپاہی زادے نے یہ بات حاتم کے پاس جا کر دہرائی۔ اس نے کہا: ''تو فکر نہ کر۔ اب میں اس کی کھوج میں نکلتا ہوں اور کوہ قاف جا کر دشت سرخ سے وہ مہرہ لے کر آتا ہوں۔''

دو ایک دن آرام کرنے کے بعد حاتم مہرے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ منزلیں طے کرتا ہوا ایک جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں ایک بچھو دیکھا جس کا قد مرغ کے برابر تھا اور جسم سات

رنگ کا تھا۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ حاتم ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا۔ اس کے پاس گائیں اور گھوڑے وغیرہ گھاس چر رہے تھے۔ وہی بچھو نکلا اور اُس نے ڈنک مار مار کر سب کو مار دیا اور خود ایک پتھر کے نیچے چھپا رہا۔ صبح کو لوگ وہاں جمع ہوگئے۔ بچھو پھر نکلا اور اُس نے ایک آدمی کے ڈنک مارا۔ وہ بیچارہ گر کر تڑپنے لگا۔ اب بچھو نے جنگل کی راہ لی۔

حاتم بھی بچھو کے پیچھے پیچھے چلا۔ ذرا آگے چل کر بچھو لوٹ پوٹ کر سانپ بن گیا اور بل میں جا گھسا۔ رات ہوئی تو پھر نکلا اور شہر کی طرف چل دیا۔ آخر موری کے راستے سے شاہی محل میں داخل ہوگیا اور اُس نے وہاں بادشاہ کو ڈس لیا۔ وہاں سے نکل کر وزیر کی حویلی میں گھس گیا اور اُس کی بیٹی کو ختم کر دیا۔ پھر سیدھا جنگل کا راستہ لیا۔ جنگل میں پہنچ کر اُس نے شیر کا روپ اختیار کر لیا۔ دریا کے کنارے کچھ لوگ پانی پی رہے تھے' اُن پر جھپٹا اور ایک کو پھاڑ ڈالا۔ وہاں سے آگے بڑھا تو ایک خوبصورت عورت بن کر سڑک کے کنارے بیٹھا رہا۔ ادھر سے دو نوجوان روزگار کی تلاش میں گزرے۔ اس نے ان دونوں سے بڑی محبت کی باتیں کیں۔ پھر جانے کیا لگائی بجھائی کی کہ دونوں لڑ پڑے اور لڑتے لڑتے مارے گئے۔

اب وہ عورت بھیس بدل کر بھینس بن گئی اور ایک گاؤں میں داخل ہو کر کئی آدمیوں اور بچوں کو روند ڈالا۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی جنگل میں پہنچی اور آخر ایک بوڑھے آدمی کی شکل اختیار کر لی۔

اب حاتم سے نہ رہا گیا۔ اس نے سوچا کہ اس کا حال جاننا چاہیے۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور جھک کر سلام کیا۔ اس بزرگ نے کہا: ''کہو حاتم! خیر تو ہے' اچھے ہو۔''

حاتم بڑا حیران ہوا اور پوچھا: ''اے بزرگ! تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟''

''تیرا کیا' مجھے تیری سات پشتوں کے نام معلوم ہیں۔ میں سبھی کو جانتا ہوں۔ شاید تجھے معلوم نہیں۔ میں موت کا فرشتہ ہوں' جس شکل میں جس کی جان لینے کا حکم ہوتا ہے' وہی شکل

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

ا کر اُس کی جان لے لیتا ہوں۔"

حاتم نے کہا "یہ بتائیے میری موت کب آئے گی؟"

فرشتے نے جواب دیا: "اے نیک دل انسان! ابھی تیری زندگی کے بہت دن باقی
ں۔ابھی تو تیرے ہاتھوں سے ہزاروں کے بگڑے کام بنیں گے۔"

یہ سن کر حاتم نے خدا کا شکرادا کیا اور دشت سرخ کی راہ لی۔آخر چلتے چلتے ایسی جگہ جا
پہنچا' جہاں کی زمین گہرے کالے رنگ کی تھی۔اصل میں یہ کالے ناگوں کا ملک تھا۔آدمی کی
پا کر سانپ نکل آئے اور چاروں طرف سے حاتم کو گھیر لیا۔حاتم نے وہ عصا زمین پر گاڑ
یا۔سانپ جہاں تھے' وہیں رُک گئے اور آخر اپنے بلوں میں جا گھسے۔حاتم آگے بڑھ گیا
ر دشت سفید میں جا پہنچا۔یہاں کے سفید سانپ بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

حاتم آگے بڑھا تو دشت سرخ سامنے تھا۔یہاں کی زمین خون کی طرح لال تھی۔گرمی
ی تھی کہ پیاس کے مارے حاتم کی زبان نکل پڑی۔سمجھا بس اب موت سر پر منڈلا رہی
ہے۔آخر بے دم ہو کر گر پڑا۔ہوش وحواس جاتے رہے۔اتنے میں ایک بزرگ سامنے
ئے اور کہا: "اے حاتم! ہمت نہ ہار' وہ مہرہ منہ میں ڈال لے۔"

حاتم نے ایسا ہی کیا۔پیاس کی شدت کم ہوگئی۔

حاتم نے بزرگ سے پوچھا: "یہ گرمی کس چیز کی ہے؟"

بزرگ نے کہا: "یہ گرمی سرخ سانپ کے زہر کی ہے۔پہلے یہ زمین سبز تھی' مگر اب گرمی
ے لال ہوگئی ہے۔"

مہرے نے اپنا کرشمہ دکھایا اور حاتم چلنے کے قابل ہوگیا۔آگے چلا تو سرخ سانپ بُو
کر نکل آیا اور پھنکارنے لگا۔اُس کے منہ سے شعلے نکل کر آسمان سے باتیں کرنے
لے۔آس پاس کی ہر چیز شعلوں کی لپیٹ میں آگئی۔حاتم کے منہ میں مہرہ نہ ہوتا تو جل

www.pakistanipoint.com

کر راکھ ہو جاتا۔

حاتم نے عصا زمین پر گاڑ دیا اور رات اسی طرح گزار دی۔ صبح ہوتے ہوتے عصا کی برکت سے سانپ کی حالت غیر ہوگئی اور وہ مہرہ اُگل کر بھاگ گیا۔ حاتم نے اُسے پگڑی میں رکھا اور لا کر نوجوان کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ اُس کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔ حاتم کے قدموں پر گر پڑا۔

حاتم نے اُسے اُٹھا کر گلے سے لگا لیا اور کہا کہ ''اب جادوگر کے پاس جا اور کہہ کہ اب تیسرے سوال کا جواب بھی حاضر ہے۔ کڑھائی میں تیل گرم کرائے۔''

کڑھائی میں تیل گرم ہو گیا تو حاتم نے مہرہ اُس نوجوان کے منہ میں ڈال دیا اور اُسے کھولتے تیل میں ڈال دیا۔ اللہ کی مہربانی اور مہرے کی برکت سے وہ صحیح سالم باہر نکل آیا۔ جس نے یہ کرشمہ دیکھا' حیران رہ گیا۔ چند دن میں نوجوان کی شادی جادوگر کی بیٹی سے ہوگئی۔

ان سے رخصت ہو کر حاتم الگن پری کی تلاش میں کوہ القا کی طرف چلا۔ پہاڑ پر پہنچ کر ایک غار دکھائی دیا۔ حاتم ایک چکنی ڈھلان کے سہارے پھسلتا پھسلتا تہہ تک پہنچ گیا۔ سامنے ایک خوبصورت باغ تھا۔ پرند چہچہا رہے تھے۔ اتنے میں کچھ پری زاد اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''اے آدم زاد! یہ باغ الگن پری کا ہے' تو اس میں کہاں آ نکلا۔ اُسے خبر ہوگئی تو جیتا نہ چھوڑے گی۔ ہمیں سزا الگ ملے گی۔''

حاتم نے جواب دیا: ''دوستو! میں موت سے ڈرنے والا نہیں۔ میں تو خود اُس سے ملنے آیا ہوں۔''

پری زادوں نے سبب پوچھا تو حاتم نے سارا قصہ سنایا اور کہا: ''میں اسے وعدہ یاد دلانے آیا ہوں۔''

پری زادوں کو ہمدردی پیدا ہوئی۔ الگن پری دو دن بعد وہاں آنے والی تھی۔ اس لئے انہوں نے حاتم کو باغ میں ہی چھپا دیا۔

دو دن بعد الگن پری پریوں کے جھرمٹ میں وہاں آئی۔ دربانوں نے عرض کیا: ''اے شہزادی! ایک آدم زاد کسی طرح اس باغ میں داخل ہو گیا ہے۔ ہزار سمجھایا مگر وہ یہاں سے جانے کے لئے راضی نہیں ہوتا اور کہتا ہے شہزادی سے ملے بغیر ہرگز نہ جاؤں گا۔''

شہزادی نے آدم زاد کو پیش کرنے کا حکم دیا اور اس سے آنے کا سبب پوچھا۔

حاتم نے شہزادی کو اُس کا وعدہ یاد دلایا اور کہا: ''تیری جدائی میں کسی غریب کی جان جاتی ہے اور تجھے ترس نہیں آتا۔''

شہزادی نے کہا: ''میں بھلا کسی سے جھوٹا وعدہ کیوں کرتی؟''

حاتم نے کہا ''شہزادی! خفا ہونے کی بات نہیں۔ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میرا نام حاتم ہے۔ جھوٹ بولنا میرا کام نہیں۔''

حاتم کے یاد دلانے پر پری کو واقعہ تو سارا یاد آ گیا' مگر بگڑ کر کہنے لگی: ''آخر تو کیوں دنیا کا دُکھ درد بٹاتا پھرتا ہے' جا اپنا کام کر۔''

مگر حاتم نہ مانا اور اُس نے پری کو اس طرح قائل کیا کہ وہ اُس نوجوان کو بلانے اور شادی کرنے پر مجبور ہو گئی۔

اب حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور کوہ احمر پر پہنچ گیا' جس آواز کی کھوج میں یہاں آیا تھا۔ اب وہ سنائی دے رہی تھی۔

کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: ''کسی سے بدی نہ کر' اگر کرے گا تو وہی پائے گا۔''

حاتم آواز کے سہارے چلتا رہا۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ درخت میں ایک لوہے کا پنجرا ٹنگا ہوا ہے اور اُس میں ایک بوڑھا آدمی بند ہے۔

www.pakistanipoint.com

حاتم حیران ہو کر اُسے دیکھتا رہا۔ پھر قریب جا کر پوچھا: ''اے بزرگ! تو کون ہے؟ کس نے تجھ پر یہ ظلم کیا ہے؟ اور اس آواز کا کیا مطلب ہے؟''

بوڑھے نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور بولا: ''اے مسافر! میری کہانی بڑی دُکھ بھری ہے۔ تو سن کر کیا کرے گا' لیکن پوچھنا ہی چاہتا ہے تو سن اور سبق لے۔ میں ایک سوداگر ہوں۔ احمر میرا نام ہے۔ میرا باپ بڑا دھن دولت چھوڑ کر مرا۔ کچھ ہی دن میں میں نے سب اُڑا دیا اور آخر کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔

اسی حالت میں میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی۔ وہ گڑے خزانے کا پتہ بتا سکتا تھا' مگر شرط یہ تھی کہ ایک چوتھائی اُس کا ہوگا۔ میں نے سوچا شاید میرے باپ نے کچھ زمین میں دفن کیا ہو۔ یہ سوچ کر میں اُسے اپنے گھر لے گیا۔ اُس کے بتانے پر واقعی بے شمار دولت نکلی' مگر میری نیت خراب ہو گئی۔ اُسے تھوڑا سا دیا اور گھر سے نکال دیا۔

''ایک دن وہ نوجوان بھیس بدل کر پھر آیا اور بولا: ''مجھے ایسا علم آتا ہے جس سے زمین میں گڑھے خزانے نظر آ جاتے ہیں۔''

میں نے کہا: ''مجھے وہ علم سکھا دو۔ منہ مانگا انعام دوں گا۔''

اُس نے کہا: ''جنگل میں چلو' وہاں تمہاری آنکھوں میں ایک سرمہ لگا دوں گا۔ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔''

میں خوشی خوشی اُس کے ساتھ یہاں آ گیا۔ اُس نے سرمہ لگایا تو میری دونوں آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ اس کے بعد اُس نے پنجرے میں بند کر کے مجھے یہاں ٹانگ دیا اور بولا: ''جھوٹوں کی سزا یہی ہے۔ اب تو اپنی آنکھوں کی روشنی چاہتا ہے تو ہر وقت چلا چلا کر یہ کہا کر کہ ''کسی سے بدی نہ کر' اگر کرے گا تو وہی پائے گا۔''

چلتے وقت اُس نوجوان نے کہا: ''مدت کے بعد حاتم نام کا ایک جوان یہاں آئے گا۔ وہ

ریز گھاس کا عرق لا کر ٹپکائے گا' تب تیری آنکھیں روشن ہوں گی' اے عزیز! تیس سال
ت گئے کہ میں حاتم کا انتظار کر رہا ہوں' نہ جانے وہ کب آئے گا اور میری مشکل کب
سان ہوگی۔"

حاتم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بولا: ''اطمینان رکھ' میں ہی حاتم ہوں۔ میں ابھی
ریز گھاس کی تلاش میں روانہ ہوتا ہوں۔''

یہ کہہ کر حاتم اُس گھاس کی تلاش میں روانہ ہوا۔ سات دن کے بعد حاتم کو ایک خوشبودار
ھاس نظر آئی۔ سمجھ گیا کہ یہی وہ گھاس ہے' جس کی تلاش تھی۔ وہ لے کر لوٹا اور اُس کا رس
ڑھے قیدی کی آنکھوں میں ٹپکایا۔ فوراً کھوئی ہوئی روشنی لوٹ آئی۔ بوڑھا حاتم کے
موں پر گر پڑا۔ بہت بہت شکریہ ادا کیا اور حاتم کو انعام دینا چاہا' مگر اس کو کس چیز کی
رورت تھی۔ اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔

حاتم نے بزرگ کو خدا حافظ کہا اور شاہ آباد کی طرف چلا۔ وہاں پہنچ کر پہلے سرائے میں
یا اور منیر شامی کو لے کر حُسن بانو کے پاس پہنچا اور اُس کے سوال کا جواب پیش کر دیا۔ پھر
چھا: ''اب بتاؤ تمہارا چوتھا سوال کیا ہے؟''

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

چوتھا سوال

سچے کو ہمیشہ راحت ہے!

حُسن بانو نے کہا: ''اے حاتم! شہر خوارزم میں کوئی شخص لگاتار یہ کہتا رہتا ہے کہ ''سچے کو ہمیشہ راحت ہے۔''

میرا سوال یہ ہے کہ ''اُس نے کیا سچ بولا اور اُس کے بدلے کیا راحت پائی؟''

حاتم نے کہا: ''اللہ مددگار ہے۔ اس کے کرم سے تین سوالوں کے جواب ملے۔ اُسی کی مدد سے چوتھے سوال کا جواب بھی ملے گا۔ میں فوراً اس کام کے لئے روانہ ہوتا ہوں۔''

حاتم شاہ آباد سے نکلا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ کے نیچے پہنچا۔ دیکھا کہ ایک دریا زور وشور کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ پانی کا رنگ خون کی طرح سرخ تھا۔ حاتم اس کا راز جاننے کے لئے کنارے کنارے چلا۔ آگے جا کر دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک درخت ہے' جس میں کٹے ہوئے بہت سے سر لٹکے ہیں۔ اُن سے خون ٹپکتا ہے اور پانی میں مل جاتا ہے۔ سارے سر پریوں کے تھے۔ سب سے اُونچی شاخ پر جو سر تھا' وہ سب سے خوبصورت تھا۔

حاتم ان سروں کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ حاتم سمجھ گیا کہ یہ سب جادو کے کھیل ہیں۔ اُس نے طے کر لیا کہ جب تک یہ بھید نہ کھلے گا وہ آگے نہ بڑھے گا۔ اس میں شام ہو گئی۔ سارے سر ایک ایک کر کے دریا میں گر پڑے اور اپنے اپنے دھڑ سے جڑ کر

زندہ ہو گئے۔ ذرا دیر میں دریا کی سطح پر ایک محفل جم گئی۔ ناچ گانا شروع ہو گیا۔ اس کے بعد دستر خوان بچھا اور طرح طرح کے کھانے چنے گئے۔ ایک خوان حاتم کے سامنے بھی آیا، مگر اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا "پہلے مجھے بتاؤ یہ راز کیا ہے۔ تب لقمہ توڑوں گا۔"

جو پری خوان لے کر آئی تھی۔ وہ گئی اور پھر آ کر بولی: "اس وقت تم کھانا کھالو۔ صبح کو ہماری ملکہ تمہیں سب کچھ بتا دیں گی۔"

دستر خوان اُٹھ گیا تو پھر ناچ گانا شروع ہو گیا۔ دن نکلنے تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ صبح کو سارے سر جسموں سے الگ ہو کر پھر اُسی درخت کی شاخوں میں جا لٹکے۔

دوسری شام ہوئی تو کھانے کے بعد ایک پری حاتم کو ملکہ کے پاس لے گئی۔ حاتم نے دریا کی سطح پر پیر رکھا تو وہ دھنستا چلا گیا، یہاں تک کہ زمین سے جا ٹکا۔ اب نہ وہ دریا تھا، نہ وہ محفل، نہ وہ درخت۔ ایک لق و دق میدان تھا جس کا اور چھور دکھائی نہ دیتا تھا۔ حاتم گھبرا کر ادھر ادھر دوڑنے لگا اور سمجھا کہ موت یہاں لے آئی ہے۔ اتنے میں خواجہ خضرؑ نظر آئے۔ حاتم سے بولے: "تو نے یہ کیا حال بنایا ہے؟ اللہ نے مجھے تیری مدد کے لئے بھیجا ہے، بول کیا چاہتا ہے؟"

حاتم نے کہا: "بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھانے والے بزرگ! پہلے یہ بتائیے کہ یہ کیا جگہ ہے۔ میں یہاں کیسے پہنچا اور وہ سر کیسے تھے؟"

حضرت خضرؑ نے فرمایا: "اس صحرا کا نام خبر پرس ہے، جس دریا کی سطح پر تو نے قدم رکھا تھا، وہ سب جادو کا کھیل ہے۔ احمر جادوگر نے اپنی بیٹی کو قید کرنے کے لئے یہ طلسم بنایا ہے۔ وہ لڑکی باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا چاہتی تھی اس لئے باپ نے اُسے یہ سزا دی ہے۔"

حاتم نے کہا: "اے حضرت! مجھے وہ پری بہت پسند آئی۔ مجھے کسی طرح اُس کے پاس

www.pakistanipoint.com

پہنچا دیجیے۔"

حضرت خضر نے کہا: "اے جوان! میرا عصا پکڑ کر آنکھیں بند کر لے۔"

حاتم نے ایسا ہی کیا اور پلک جھپکتے اُسی درخت کے پاس جا پہنچا۔ اس بار حاتم نے سوچا اس درخت پر چڑھنا چاہیے۔ یہ سوچ کر حاتم اس کے نیچے آیا۔ ایک دم ایسا لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ایک تڑاقے کی آواز کے ساتھ درخت پھٹ گیا اور حاتم اس میں سما گیا۔ اتنے میں خواجہ خضرؑ پھر تشریف لائے۔ انہوں نے درخت میں عصا مارا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گیا اور حاتم باہر نکل آیا۔

حضرت خضرؑ نے کہا: "حاتم! تو خواہ مخواہ کیوں موت کو دعوت دے رہا ہے۔"

حاتم نے کہا: "میں احمر جادوگر کی بیٹی شہزادی زریں پوش سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت خضرؑ نے فرمایا: "نادان! اس خیال سے باز آ۔ جب تک احمر جادوگر زندہ ہے وہ اس کی شادی نہ ہونے دے گا۔ تو بیکار اپنی جان گنوا بیٹھے گا۔"

حاتم نے کہا: "میں اس سے شادی ضرور کروں گا۔ اگر اسی طرح موت آنی ہے تو یوں ہی سہی۔ میں بزدل نہیں کہ موت سے ڈر جاؤں۔"

حضرت خضرؑ نے دیکھا کہ حاتم دھن کا پکا ہے۔ کسی طرح باز نہیں آتا تو اسے اسم اعظم سکھا دیا تاکہ کوئی جادو اثر نہ کر سکے اور پھر اسے احمر جادوگر کے ملک میں پہنچا دیا۔

احمر کا ملک کوہ احمر کہلاتا تھا اور وہاں سوائے ایک اونچے پہاڑ کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ حاتم پہاڑ پر چڑھنے لگا مگر ایک ایک پیر من من بھر کا ہو گیا۔ چلنا دشوار تھا۔ لیکن اسم اعظم پڑھنے سے منزل آسان ہو گئی اور حاتم چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک صاف ستھرا میدان ملا جس میں ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ چاروں طرف میووں سے لدے ہرے بھرے درخت تھے۔ حاتم نے نہا دھو کر اسم اعظم پڑھنا شروع کر دیا۔

اُدھر احمر جادوگر کو اپنی جادو کی کتاب سے حاتم کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ اس نے سوچا کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیے' جس سے حاتم اسم اعظم بھول جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے جادو کے زور سے جھوٹ موٹ کی پریاں بنائیں۔ ان میں ایک پری زریں پوش کی شکل کی تھی۔ پریوں کے اس غول نے حاتم کو گھیر لیا۔ وہ پری حاتم کے پاس جا بیٹھی جو زریں پوش کی صورت کی تھی۔ خوشی سے حاتم کے ہاتھ پھول گئے اور اُس نے اسم اعظم پڑھنا بند کر دیا۔ جادوگر کی ترکیب کارگر ہو گئی اور اُس نے حاتم کو پکڑوا کے آگ کے کنویں میں ڈلوا دیا۔ لیکن مہرے کی وجہ سے حاتم محفوظ رہا۔ یہ بات جادوگر کو بھی معلوم ہو گئی۔ اب اُس نے دوسری ترکیب کی۔ اُس نے حاتم کو آزاد کر دیا اور جادو کی پری سے کہا کہ کسی طرح وہ مہرہ چھین لے۔

نقلی زریں پوش حاتم کے پاس آ بیٹھی اور پیار محبت کی باتیں کر کے مہرہ اُس سے مانگا۔ حاتم مہرہ دینے والا ہی تھا کہ کسی نے للکار کر کہا: ''ارے نادان! یہ کیا کرتا ہے۔ اگر تو نے مہرہ دے دیا تو تیری جان کی خیر نہیں۔ یہ زریں پوش نقلی ہے اور احمر نے جادو کے زور پر بنائی ہے۔ یقین نہ ہو تو آزما لے۔ حاتم نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اسم اعظم پڑھنے لگا تو پری کانپنے لگی اور دیکھتے دیکھتے جل کر راکھ ہو گئی۔

جادوگر سے اور کچھ نہ بن پڑا تو شیطان سے مدد مانگی۔ پہلے تو اُس نے انکار کیا اور کہا:

''اسم اعظم کے آگے میرا زور نہیں چل سکتا۔''

لیکن آخر کار مدد کرنے کو راضی ہو گیا اور سوتے میں حاتم کو ایسے سہانے خواب دکھائے کہ وہ میٹھی نیند سوتا رہا۔ یہاں تک کہ جادوگر کے چوکیداروں نے اُسے قید کر دیا۔

حاتم کو ہوش آیا تو اُس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر ایک چوکیدار کو اشارے سے پاس بلایا اور کہا: ''اگر تو مجھے اس قید سے آزاد کر دے تو بڑا انعام دوں۔''

www.pakistanipoint.com

اس نے کہا: ''اگر مہرہ دے دو تو آزاد کرتا ہوں۔''

حاتم راضی ہو گیا اور چوکیدار نے اُسے آزاد کر دیا۔ حاتم پھر غسل کر کے اسم اعظم پڑھنے لگا۔

احمر کو پتہ چلا تو اُس نے جادو سے اُس چوکیدار کو بھسم کرنا چاہا' مگر حاتم اسم اعظم پڑھ پڑھ کر اُس کا بچاؤ کرتا رہا۔ اب حاتم نے سوچا اس طرح کام نہ چلے گا۔ خود احمر کی طرف چلو۔ یہ سوچ کر وہ اسم اعظم پڑھتا ہوا احمر کی طرف چلا۔ وہ چوکیدار بھی جس کا نام سرنک تھا' اُس کے ساتھ ہو لیا۔ احمر کو پتہ چلا کہ حاتم بڑھا چلا آتا ہے' تو وہ بھی اپنے لاؤ لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلا اور جادو کے منتر پڑھنے لگا۔

جادو کے زور سے گھنگھور گھٹا اُٹھی' بجلی چمکی اور بادل گرجنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر سرنک خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور حاتم سے بولا: ''ہوشیار ہو جا۔ یہ سب احمر کے جادو کا کرشمہ ہے۔''

حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر پھونکا۔ احمر کا جادو اُلٹا اُسی کے سر جا پڑا۔ اب تو احمر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ سمجھ گیا کہ حاتم سے جیتنا مشکل ہے۔ اب اُس نے دوسرا وار کیا۔ جادو کے زور سے اُس نے ایک پہاڑ بنایا۔ یہ پہاڑ حاتم کی طرف بڑھنے لگا۔ سرنگ نے اُسے پھر خبردار کیا۔ حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر احمر کے لشکر پر جا پڑا۔ چار ہزار جادوگر ہلاک ہو گئے۔

یہ دیکھ کر احمر گھبرایا اور بھاگ نکلا۔ حاتم نے پیچھا کیا تو احمر نے پھر جادو کا وار کیا۔ اس بار چار اژدہے پیدا ہو کر حاتم کی طرف لپکے' مگر اسم اعظم کی تاثیر سے انہوں نے لوٹ کر احمر کے ساتھیوں کو ہی ہڑپ کر لیا۔ جو بچے وہ احمر کو اکیلا چھوڑ بھاگے۔ جب وہ بھاگنے لگے تو احمر غصے سے بھپر گیا۔ اُس نے جادو سے ان سب کو درخت بنا دیا۔ اب جادوگر بری طرح بوکھلا

کا تھا۔ وہ ایک طرف کو اُڑا چلا گیا۔ سرنک نے حاتم کو بتایا کہ "اب وہ اپنے اُستاد کملاق جادوگر کے پاس گیا ہے۔ وہ اتنا بڑا جادوگر ہے کہ اُس نے جادو سے ایک آسمان اور اُس کے چاند ستارے بنائے ہیں۔ اُس نے یہاں سے تین کوس پر ایک پوری بستی بسائی ہے' اُس میں چالیس ہزار جادوگر رہتے ہیں اور کملاق کو اپنا خدا سمجھتے ہیں۔"

حاتم نے کہا: "وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تو بس ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اُسی کے کرم سے مجھ پر کسی جادو کا اثر نہ ہوا۔"

سرنک بولا: "آج سے میں بھی اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اب تمہارا غلام ہوں۔ تم جو حکم دو گے' بجالاؤں گا۔ لیکن چلنے سے پہلے ایک کام کرو۔ یہ جو سامنے ہزاروں درخت نظر آتے ہیں' یہ سب جادوگر ہیں۔ یہ احمر کے ساتھی تھے اور اُسے چھوڑے جاتے تھے۔ احمر نے جل کر انہیں درخت بنا دیا۔ تجھ سے بن پڑے تو انہیں قید سے نجات دلا دے۔ یہ سب تیرے جان و مال کو دعا دیں گے۔"

حاتم نے اسمِ اعظم پڑھ کر پھونکا تو وہ سب اپنی اصلی شکل میں آ گئے۔ سب نے حاتم کا شکریہ ادا کیا اور حاتم کے منع کرنے کے باوجود اُس کے ساتھ ہو لئے۔ راستے میں ایک تالاب نظر پڑا۔ سب پیاسے تھے۔ سب نے ڈگڈگا کر پانی پیا۔ احمر بھاگتے بھاگتے اس پر جادو کر گیا تھا۔ جادو کا اثر یہ ہوا کہ سب کے ناخنوں سے خون بہنے لگا اور سب کے جسم پھول گئے۔ حاتم بہت پریشان ہوا۔ آخر اُس نے اسمِ اعظم پڑھ کر پھونکا تو ناخنوں سے خون بہنا بند ہو گیا۔ دوبارہ پڑھ کر پھونکا تو سوجن دور ہو گئی۔ پھر اس نے اسمِ اعظم پڑھ کر تالاب پر پھونکا۔ جادو کا اثر جاتا رہا۔ حاتم نے اپنا سفر پھر شروع کر دیا۔

اُدھر احمر کے ساتھ یہ بیتی کہ جب کچھ نہ بن پڑا تو بھاگا بھاگا اپنے اُستاد کے پاس پہنچا۔ اُسے ساری داستان سنائی۔ کملاق کو اپنے شاگرد کی بے عزتی کا حال معلوم ہوا تو طیش میں آ

گیا۔ اُسے دلاسہ دینے لگا۔ بولا: ''گھبرامت' میں حاتم کو باندھ کر ابھی تیرے حوالے کیے دیتا ہوں۔'' اُس نے اپنے پہاڑ کے چاروں طرف جادو کی آگ بھڑکا دی۔

حاتم وہاں پہنچا تو آگ کی اونچی دیوار دکھائی دی۔ حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر پھونکا تو آگ بجھ گئی۔ یہ دیکھ کر کملاق نے پھر جادو کیا۔ اس بار پہاڑ کے چاروں طرف ایک دریا اُبل پڑا اور حاتم کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ساتھی بہت گھبرائے۔ بولے: ''یہ جادو کا دریا ہے۔ یہ ضرور ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔''

حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھا اور دریا غائب ہو گیا۔

کملاق نے تیسری مرتبہ منتر پڑھا تو دس دس من اور پانچ پانچ من کے پتھر برسنے لگے۔ حاتم کے آگے ایک پہاڑ سا بن گیا۔ حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھا تو زور کی ہوا چلنے لگی۔ سارے پتھر اُس ہوا میں اُڑ گئے۔ اب کوہ کملاق صاف دکھائی دینے لگا۔ حاتم اُس کی طرف بڑھنے لگا تو اُس نے پھر منتر پڑھا اور کوہ کملاق نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن اسم اعظم کی برکت سے وہ پھر نظر آنے لگا۔ حاتم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر چڑھ گیا۔ کملاق نے کھیل بگڑتے دیکھا تو اپنے بنائے ہوئے آسمان پر چڑھ گیا۔ حاتم شہر میں داخل ہو گیا۔ بڑا خوبصورت شہر تھا۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں' مگر آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کملاق سب کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ حاتم کے ساتھی بھوکے تھے۔ دکانوں میں کھانے کا سامان دیکھا تو ٹوٹ پڑے۔ کھاتے ہی سب کی ناکوں سے خون جاری ہو گیا۔ حاتم سمجھ گیا کہ یہ جادو کا اثر ہے۔ اسم اعظم پڑھ کر پھونکا' تب اس کا اثر ختم ہوا۔

اب حاتم کو آسمان کی خبر لینی تھی۔ اُس نے اسم اعظم پڑھ پڑھ کر جادو کے آسمان کی طرف پھونکنا شروع کیا۔ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہاڑ پر گرنے لگا۔ ہزاروں جادوگر موت کی گود میں جا سوئے۔ احمر اور کملاق بھی نیچے آ پڑے اور اُٹھ کر ایک طرف کو بھاگ کھڑے

www.pakistanipoint.com

ہوئے۔ حاتم نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ دونوں گھبرا کر پہاڑ سے نیچے گر پڑے۔ ہڈیاں پسلیاں چکنا چور ہو گئیں۔ حاتم نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہ سارا ملک سرنک کے حوالے کر دیا۔ اُس سے اور اُس کے ساتھیوں سے وعدہ لیا کہ صرف خدا کے آگے سر جھکائیں گے اور خدا کے کسی بندے کو کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

اس کام سے فارغ ہو کر حاتم اُس دریا کی طرف چلا جس کے کنارے پریوں کے سر لٹکتے دیکھے تھے۔ وہاں پہنچا تو دیکھا نہ وہ درخت ہے نہ دریا' نہ کٹے ہوئے سر۔ اس کی جگہ ایک خوبصورت محل ہے۔ چاروں طرف پریوں کا پہرہ ہے۔ یہ دروازے پر پہنچا' کنیزوں نے زریں پوش کو اطلاع کی تو اُس نے اندر بلا کر عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ حاتم سے سارا قصہ سنا۔ باپ کے مرنے کا پتہ چلا تو رو پڑی۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ اب قید سے تو نجات ملی۔ شادی کرنے کا اختیار ملا۔ آخر اپنی ہم جولیوں کے مشورے سے حاتم سے شادی کر لی۔

حاتم نے شادی کے بعد زریں پوش کو اپنے گھر بھجوا دیا اور خود حُسن بانو کے چوتھے سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے شہر خوارزم کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاتم اپنے کام کی دُھن میں چلا جاتا تھا کہ ایک شہر میں جا نکلا۔ لوگوں سے پوچھا:

''بھائیو! یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جو کہتا ہو ''سچے کو ہمیشہ راحت ہے۔''

لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص نے یہ عبارت لکھ کر اپنے دروازے پر لگا رکھی ہے۔ حاتم پتہ پوچھتا پوچھتا اُس کے دروازے پر جا پہنچا۔ سامنے وہ عبارت لکھی ہوئی تھی' جس کی حاتم کو تلاش تھی۔ منزل پر پہنچ کر وہ بہت خوش ہوا۔ دروازے پر دستک دی۔

دربان باہر نکلے تو حاتم نے کہا: ''مجھے تمہارے آقا سے ملنا ہے۔'' وہ اندر چلے گئے۔ پھر باہر آئے اور حاتم کو بڑی عزت کے ساتھ اندر لے گئے۔

اندر جا کر حاتم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان تکیہ لگائے قالین پر بیٹھا ہے۔ حاتم

www.pakistanipoint.com

نے جھک کر آداب کیا۔ جوان نے اُٹھ کر حاتم کو گلے لگایا اور بڑی محبت سے برابر بٹھالیا۔ اس کے بعد دستر خوان بچھا۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے۔

کھانا کھانے کے بعد جوان نے محبت سے پوچھا: "اے عزیز! تم کون ہو اور ادھر کیسے آنا ہوا؟"

حاتم نے آنے کا مقصد بیان کیا تو وہ بولا "اے نوجوان! تیری ہمت کو شاباش کہ دوسروں کے لئے دُکھ جھیلتا پھرتا ہے۔ اب آرام کر، سفر کی تھکن دُور ہو جائے تو میں تجھے اپنی داستان سناؤں گا۔"

اگلی صبح ناشتے کے بعد اُس جوان نے اپنا حال حاتم کو سنایا۔ بولا: "برسوں پہلے کی بات ہے کہ میں نے اپنی ساری دولت جوئے میں اُڑا دی۔ نوبت فاقوں تک پہنچی تو سوچا کہ چوری کر۔ پھر سوچا کہ چوری ہی کرنی ہے تو بادشاہ کے گھر کیوں نہ کی جائے۔ یہ سوچ کر شاہی محل پر کمند ڈالی۔ دربان بے خبر سوتے تھے۔ بادشاہ بھی گہری نیند کے مزے لیتا تھا۔ ایک قیمتی موتی جسے گوہر شب چراغ کہتے ہیں۔ اُس کے گلے میں پڑا تھا۔ میں نے وہ اُتارا اور کمند کے ذریعے نیچے آ گیا۔ وہاں سے جنگل کی طرف چل دیا۔ ایک درخت کے نیچے کچھ چور بیٹھے چوری کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ مجھ سے پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے گوہر شب چراغ دکھا کر ساری داستان سنادی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے دُور سے للکارا۔ سب چور بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں وہیں کھڑا رہا۔ اتنے میں ایک بزرگ قریب آئے اور مجھ سے پوچھا: "تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

میں نے سب کچھ سچ سچ کہہ دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے: "اللہ نے تجھے نو سو برس کی عمر دی ہے۔ لے یہ دولت تیری ہے، مگر آج سے جوئے اور چوری سے توبہ کر۔"

www.pakistanipoint.com

میں نے توبہ کر لی اور جنگل میں ایک شاندار محل بنوا کر رہنے لگا۔ لوگوں نے میرے ٹھاٹھ دیکھے تو کوتوال سے جا کر کہا کہ پتہ نہیں کہاں سے دولت لوٹ لایا ہے کہ عیش کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے سارا قصہ سچ سچ بتا دیا۔ وہ مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ بھی میری سچائی سے بہت خوش ہوا اور انعام دے کر مجھے رخصت کیا۔ اس دن سے میں سچائی کی قدر کرنے لگا اور یہ عبارت لکھ کر دروازے پر لگا دی۔"

حاتم نے جوان مرد کا شکریہ ادا کیا اور اس سے اجازت لے کر رخصت ہوا۔ شاہ آباد پہنچ کر حُسن بانو کی حویلی میں پہنچا اور سفر کا سارا حال سنایا۔

حُسن بانو نے سن کر کہا: "اے حاتم! تو نے جو کچھ کہا سب سچ ہے۔"

اب حاتم سرائے میں آیا اور منیر شامی سے گلے ملا۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اگلے دن حاتم پھر حُسن بانو کے پاس گیا اور اس سے پانچواں سوال پوچھا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

پانچواں سوال
کوہِ ندا کی خبر لانا

حُسن بانو نے حاتم سے کہا: ''ایک پہاڑ ہے جس کا نام کوہِ ندا ہے۔ اُس سے ایک آواز آتی ہے۔ میرا پانچواں سوال یہ ہے کہ وہ پہاڑ کہاں ہے اور اُس سے آنے والی آواز کا بھید کیا ہے؟''

حاتم نے کہا ''اللہ نے چاہا تو میں اس سوال کا جواب بھی جلد لے کر آؤں گا۔''

اب حاتم پانچویں سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جس بستی سے گزرتا، کوہِ ندا کا پتہ پوچھتا۔ ہر ایک حیرت سے حاتم کا منہ تکتا کیونکہ کسی نے بھی اُس کا نام نہ سنا تھا۔ مگر حاتم نے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا سیکھا ہی نہ تھا۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ چلتے چلتے ایک شہر کے قریب پہنچا۔ میدان میں لوگ جمع تھے۔ حاتم کو دیکھ کر اُس کی طرف دوڑے۔ بولے: ''اے مسافر! خوش آمدید' ہم ایک ہفتے سے تیرا انتظار کر رہے تھے۔''

حاتم مجمعے کے قریب پہنچا تو دیکھا دسترخوان بچھا ہے جس پر طرح طرح کے کھانے چنے ہیں۔ پاس ہی ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔

حاتم بڑا حیران ہوا۔ لوگوں سے پوچھا: ''یہ میت کس کی ہے۔ اسے دفناتے کیوں نہیں؟''

www.pakistanipoint.com

انہوں نے کہا: ہمارے شہر کا دستور ہے کہ کوئی مر جاتا ہے تو اُس کا جنازہ جنگل میں لا کر رکھ دیتے ہیں اور عمدہ کھانے پکا کر کسی مسافر کا انتظار کرتے ہیں۔ جب تک کوئی مسافر نہ آئے، مردے کو دفن نہیں کرتے۔ اسے مرے سات دن ہو گئے۔ ہم اسی طرح کھانے پکا کر روز کسی مسافر کا راستہ دیکھتے تھے۔ اللہ کا شکر کہ آج اُس نے تجھے یہاں بھیج دیا۔"

حاتم یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ آخر لوگوں نے مردے کو قبر میں اُتارا اور دسترخوان کے چاروں طرف آ بیٹھے۔ پہلے حاتم کو کھلایا پھر اوروں نے کھایا۔ اس کے بعد سب نہائے دھوئے اور اُجلے اُجلے کپڑے پہن کر اپنے اپنے گھروں کو سدھارے۔

کچھ لوگ حاتم کو اپنے ساتھ شہر لے گئے۔ کئی دن تک مہمان رکھا۔ جب حاتم نے کوچ کا ارادہ کیا تو لوگوں نے سفر کا مقصد پوچھا۔

حاتم نے سارا قصہ سنا کر کہا کہ "مجھے کوہِ ندا کی تلاش ہے۔"

یہ سن کر ایک شخص بولا: "میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکن کی طرف ایک طلسمات ہے۔ اُس کے بائیں طرف ایک عالی شان شہر بستا ہے۔ وہاں نہ کسی نے مردہ دیکھا اور نہ قبر۔"

حاتم نے کہا: "مجھے اُسی سمت جانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور دکن کی طرف چل دیا۔ چلتے چلتے ایک شہر کے قریب پہنچا۔ دیکھا اُس کے آس پاس کسی قبر کا نشان نہیں۔ سمجھا یہی وہ شہر ہے جس کا پتہ اُس بزرگ نے دیا تھا۔

حاتم شہر کے اندر داخل ہوا۔ لوگ بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے۔ ایک شخص نے حاتم کو اپنا مہمان کیا اور اپنے گھر لے گیا۔ دسترخوان بچھایا اور روٹی سالن رکھ کر بولا:

"اے مسافر! آج تیرے لئے وہ نعمت لایا ہوں کہ کبھی چکھی نہ ہو گی۔"

www.pakistanipoint.com

حاتم نے کہا: ''اے معزز میزبان! میری ساری عمر سیر و سفر میں کٹی ہے۔ کوئی جانور اور کوئی پرندہ ایسا نہیں جس کا گوشت میں نے نہ کھایا ہو۔ تو انوکھی چیز کہاں سے لایا ہے؟''

وہ بولا: ''تو ٹھیک کہتا ہے' مگر یہ گوشت آدمی کا ہے۔'' یہ سنتے ہی حاتم نے ہاتھ کھینچ لیا اور بولا: ''تم لوگوں نے یقیناً کسی مسافر کی جان لی ہے اور اُس کا گوشت مجھے کھلاتے ہو۔''

یہ سن کر وہ شخص بولا: ''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم کسی مہمان کی جان لے لیں۔''

حاتم نے کہا: ''پھر یہ کیا بھید ہے؟'' وہ بولا: ''ہماری بستی کا دستور ہے کہ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے اُسے ذبح کر دیتے ہیں اور اُس کا گوشت بانٹ کھاتے ہیں۔ اسی لئے نہ ہمارے شہر میں کوئی مرتا ہے' نہ کوئی قبر بنتی ہے۔''

یہ سن کر حاتم کا غصہ قابو سے باہر ہوگیا اور بولا: ''لعنت ہے تم پر اور تمہارے رواج پر۔ اچھوں کو بیمار اور بیماروں کو اچھا کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ تم خدا کی خدائی میں دخل دیتے ہو اور بے گناہوں کا خون اپنے سر لیتے ہو۔''

یہ کہہ کر حاتم اُس شہر سے باہر نکل گیا۔ بھوکا تھا۔ دن نکلنا مشکل ہوگیا۔ صبح کو شکار کر کے پیٹ بھرا اور اللہ کا شکر ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔ راستے میں دیکھا کہ شہر کے باہر ایک میدان میں لوگ جمع ہیں اور آگ جلائے اس کے گرد کھڑے ہیں۔

حاتم نے پوچھا: ''کیا ماجرا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''تجھے اس سے کیا لینا' تو مسافر ہے' اپنا راستہ پکڑ۔''

حاتم نے کہا: ''دوستو! خفا کیوں ہوتے ہو۔ میں نے تو یوں ہی ہمدردی سے ایک بات پوچھ لی۔ تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی۔''

یہ سن کر وہ لوگ شرمندہ ہو گئے۔ کہنے لگے: ''ہمارے شہر کا ایک آدمی مر گیا ہے۔ اُسے اور اُس کی بیوی کو جلانے کے لئے یہ آگ دہکائی ہے۔''

www.pakistanipoint.com

حاتم ہکا بکا رہ گیا۔ بولا: ''دوستو! یہ عجب دستور ہے کہ مُردوں کے ساتھ جیتوں کو بھی جلاتے ہو۔''

لوگوں نے کہا: ''اے مسافر! تو اجنبی ہے۔ شاید پہلی بار ہمارے دیس میں آیا ہے' جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ ہمارا یہ دستور آج کا نہیں مدتوں کا ہے کہ شوہر کے مرنے پر بیوی اپنی خوشی سے اُس کے ساتھ جل جاتی ہے۔ تمہیں یقین نہ ہو تو آج خود دیکھ لینا۔''

حاتم وہیں ٹھہر گیا۔ ذرا دیر میں لوگ مردے کو لائے۔ آگے آگے ایک جوان عورت چل رہی تھی۔ دلہن کی طرح سرخ لباس پہنے' سارا زیور سجائے' سولہا سنگار کئے اور ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ لئے خوشی خوشی آگ کی طرف چلی جا رہی تھی۔

حاتم آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔ لوگوں نے لاش کو آگ میں رکھ دیا اور عورت مسکراتی ہوئی آگ میں کود پڑی۔ دونوں ذرا سی دیر میں جل کر راکھ ہو گئے۔ اس کے بعد لوگ شہر کو لوٹ گئے۔ حاتم کے ہوش و حواس درست ہوئے تو وہ بھی اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

آگے جا کر ایک اور منظر دیکھا۔ لوگ زبردستی ایک زندہ آدمی کو قبر میں دبائے جا رہے ہیں اور وہ چیخ پکار مچا رہا ہے۔

حاتم نے وہاں جا کر اُنہیں روکا اور پوچھا: ''یہ کیا قصہ ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''ہمارے سردار کی بیٹی مر گئی ہے۔ یہ اُس کا شوہر ہے۔ ہمارا دستور ہے کہ بیوی کے ساتھ شوہر کو زندہ دفن کر دیتے ہیں' مگر یہ آدمی راضی نہیں ہوتا۔''

حاتم نے کہا: ''مردوں کے ساتھ زندوں کو گاڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟'' مگر وہ نہ مانے' آخر طے پایا کہ حاتم ان کے سردار سے بات کرے۔

حاتم نے سردار کو سمجھانا چاہا' مگر اُس نے کہا: ''میرا داماد ایک مسافر تھا۔ اس نے میری

www.pakistanipoint.com

بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو میں نے اپنے شہر کا دستور اسے سمجھا دیا۔ اُس وقت تو وہ راضی ہو گیا۔ اب آزمائش کا وقت آیا تو اپنی بات سے پھرتا ہے۔''

حاتم نے اُس شخص سے کہا: ''آخر تو نے جھوٹا وعدہ کیا ہی کیوں تھا؟'' وہ بولا: ''میں نے تو بغیر سوچے سمجھے یوں ہی ہاں کر دی تھی۔''

حاتم نے کہا: ''اب اگر تو خوشی سے دفن نہیں ہوتا تو یہ لوگ زبردستی تجھے گاڑ دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تو خوشی سے دفن ہو جا۔ میں رات کو تجھے نکال لوں گا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رات کو حاتم نے قبر کھول کر اُسے نکال لیا اور مٹی برابر کر دی۔

اگلے دن حاتم کوہ ندا کی تلاش میں روانہ ہونے لگا تو سردار نے کہا: ''کوہ ندا یہاں سے دور نہیں۔ اس کے دو راستے ہیں۔ بائیں طرف کا راستہ خطرناک ہے۔ اس سے ہرگز نہ جانا۔ دائیں طرف کا راستہ ٹھیک رہے گا۔''

حاتم سردار کا شکریہ ادا کر کے چل نکلا۔ دس دن تک سیدھا چلا گیا۔ گیارہویں دن وہ دوراہا ملا جس کا سردار نے ذکر کیا تھا لیکن سردار کی نصیحت بھول کر حاتم بائیں طرف چل دیا۔

دو دن اسی راستے پر چلتا رہا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ جنگل کے سارے جانور کیا شیر اور کیا ہاتھی سب بھاگے چلے آتے ہیں۔

حاتم نے سوچا یقیناً کوئی خوفناک جانور ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ حاتم پیڑ پر چڑھ گیا اور وہاں سے تماشا دیکھنے لگا۔ ذرا دیر میں ایک چھوٹا سا جانور بڑی بھیانک شکل کا دکھائی دیا، جس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ حاتم بھی اُسے دیکھ کر ڈر گیا اور کمر سے خنجر نکال لیا۔

اتفاق سے وہ جانور اسی درخت کے نیچے آ کر رُکا اور آدمی کی بُو پا کر اُچھلنے لگا۔ حاتم نے ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ سامنے کے دونوں پیر کٹ کر گر پڑے۔ وہ دوبارہ حاتم پر جھپٹا مگر حاتم

کے دوسرے وار نے اُس کی آنتیں باہر نکال دیں۔ خون کی چھینٹیں ادھر ادھر اُڑنے لگیں۔ خون کی بوند جہاں گرتی وہاں آگ لگ جاتی۔ حاتم دیر تک پیڑ پر بیٹھا رہا۔ جب آگ بجھ گئی تو نیچے اُترا۔ جانور اب دم توڑ چکا تھا۔ حاتم نے اُس کے دانت' دُم اور کان کاٹ کر تھیلے میں رکھ لئے اور آگے چلا۔

تھوڑی دُور چلنے کے بعد اُسے ایک قلعہ نظر آیا۔ حاتم اندر داخل ہو گیا۔ مکان عالی شان' دُکانیں سامان سے بھری ہوئی' مگر آدمی کا نام و نشان نہ تھا۔ بڑا چکرایا' سمجھا اس شہر کے رہنے والے کسی دیو بھوت سے ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ چلتے چلتے حاتم شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ وہاں بادشاہ' اُس کے رشتہ دار اور کچھ نوکر چاکر موجود تھے۔ پہلے نوکروں نے حاتم کو دیکھا اور حیران ہوئے کہ آج مسافر کیسے ادھر آ نکلا۔ اتنے میں بادشاہ نے اوپر کھڑکی سے سر نکال کر جھانکا اور حاتم سے پوچھا: ''اے مسافر! تو کون ہے' کہاں سے آتا ہے اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

حاتم نے عرض کیا: ''میں شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''اے عزیز! تو راستہ بھول گیا ہے اور شاید تیری موت تجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔''

حاتم نے کہا: ''ٹھیک ہے۔ اگر میری موت ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے تو اُس سے کون بچا سکتا ہے' مگر تو بتا کہ کیوں محل میں بند ہو کر بیٹھا ہے اور تیرے شہر میں کیوں خاک اُڑ رہی ہے؟''

بادشاہ نے کہا: ''میرے شہر میں ایک بلا آتی ہے جس نے ہزاروں کو ہلاک کر دیا۔ اُسی کے ڈر سے میری ساری رعایا شہر چھوڑ کر بھاگ گئی۔''

حاتم سمجھ گیا کہ یہ اُسی بلا کا ذکر ہے جس کا وہ کام تمام کر چکا ہے۔

www.pakistanipoint.com

اُس نے کہا: ”اے بادشاہ! مبارک ہو۔ اللہ نے تجھے اور تیری رعایا کو اس خوفناک بلا سے چھٹکارا دلایا۔“

حاتم نے بلا کے مارے جانے کا سارا قصہ سنایا اور تھیلے سے اُس کے کان، دانت اور دُم نکال کر دکھائے۔ بادشاہ فوراً نیچے اُتر آیا اور حاتم کو گلے سے لگا لیا۔ اُس کی بڑی شاندار دعوت کی۔ پھر چاروں طرف ہرکارے دوڑا کر سب کو خبر کرادی کہ بلا سے نجات مل گئی۔ حاتم کے سامنے ہی شہر دوبارہ پھر سے آباد ہونے لگا۔

حاتم وہاں سے رخصت ہو کر پھر کوہ ندا کی طرف چلا۔ چلتے چلتے ایک شہر میں جا نکلا۔ لوگوں نے بڑی خاطر تواضع کی اور اُسے شہر کے رئیس کے پاس لے گئے۔

رئیس نے کہا: ”اے مسافر! خوش آمدید، اس شہر میں یا تو سکندر بادشاہ آیا تھا یا آج تو آیا ہے۔ لیکن یہ بتا تیرا ادھر کیسے گزر ہوا؟“

حاتم نے ساری داستان سنائی اور کہا: ”تجھے کوہ ندا کا کچھ حال معلوم ہو تو بتا۔“

رئیس نے کہا: ”وہ ایسی چیز نہیں جس کا حال کوئی کسی کو بتا سکے۔ تو کچھ دن یہاں رہ۔ خود ہی کچھ نہ کچھ معلوم ہو ہی جائے گا۔“

رئیس نے حاتم کے لئے ایک مکان کا بندوبست بھی کر دیا۔ حاتم آرام سے وہاں رہنے لگا۔

ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ حاتم بیٹھا لوگوں سے باتیں کر رہا تھا کہ شہر کے قریب والے پہاڑ سے آواز آئی۔ ”یا اخی، یا اخی“

یہ آواز سنتے ہی ایک نوجوان اُٹھا اور بے تحاشا پہاڑ کی طرف دوڑنے لگا۔ حاتم اُس کے پیچھے دوڑا۔ بار بار اُس سے پوچھتا تھا ”اے عزیز! تجھے کس نے بلایا ہے اور کہاں جاتا ہے؟“ مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پہاڑ پر نظریں جمائے، اُسی طرف بھاگتا رہا۔

www.pakistanipoint.com

ذرا دیر میں وہ نوجوان اور پہاڑ دونوں حاتم کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حاتم افسوس کرتا ہوا لوٹ آیا اور اُمید کے خلاف سب کو خوش پایا۔ حاتم نے اُس نوجوان کو یاد کیا تو لوگ بولے۔ "یہاں کوئی کسی کے لئے نہیں روتا۔ ہمارے دیس کی یہی ریت ہے۔ اگر چاہتا ہے' کچھ دن ہمارا مہمان رہے تو وہی کر جو یہاں کا دستور ہے۔"

حاتم بے چارہ چپ ہو گیا۔ لیکن سوچتا تھا حُسن بانو کو کوہ ندا کا حال کیسے بتاؤں گا۔ حاتم چھ مہینے اس شہر میں رہا اور پندرہ آدمی اس پہاڑ کی آواز کا لقمہ بنے' جو گیا پھر لوٹ کر نہ آیا۔

حاتم کی دوستی ایک نوجوان سے ہو گئی۔ اُس کا نام بھی حاتم تھا۔ دونوں میں بہت دوستی ہو گئی۔ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اس لئے ہر وقت ساتھ ہی رہتے۔ ایک دن دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ پہاڑ کی طرف سے وہی آواز آئی اور حاتم کا دوست اُس کی طرف دوڑنے لگا۔ حاتم کو اس سے بہت محبت تھی۔ اس نے ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا اور ساتھ ہو لیا۔

راستے میں حاتم نے اس سے بار بار پوچھا: "دوست کہاں جاتے ہو؟ دوست کا ہاتھ پکڑ لیا' مگر وہ ہاتھ چھڑا کر پھر بھاگنے لگا۔ اب دونوں پہاڑ کے نیچے پہنچ چکے تھے۔

دوسرا حاتم تیزی سے پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ حاتم نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اسی طرح دونوں پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچے۔ وہاں ایک قلعہ نظر آیا۔ دونوں اُسی طرح ایک دوسرے سے گتھے ہوئے اُس قلعے کی کھڑکی میں جا کودے۔

اب جو حاتم اُٹھ کر دیکھتا ہے تو نہ قلعہ ہے' نہ پہاڑ۔ بس ایک لمبا چوڑا میدان ہے۔ چاروں طرف سبزہ ہے' مگر تھوڑی سی جگہ سبزے سے خالی ہے۔ وہ نوجوان اُس خالی جگہ میں پہنچا اور چت گر پڑا۔ گرتے ہی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اتنے میں زمین پھٹی اور وہ اُس میں سما گیا۔ اس کے بعد زمین برابر ہو گئی اور جتنی جگہ میں نوجوان سمایا تھا' اُس پر سبزہ نکل آیا۔

www.pakistanipoint.com

اس واقعے سے حاتم کو صدمہ بھی ہوا اور حیرانی بھی۔ سمجھ میں نہ آیا کیا کرے۔ مگر اللہ کا نام لے کر ایک طرف کو چل دیا۔ آگے چل کر ایک وسیع دریا نظر پڑا جو بڑے زور شور سے بہہ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیسے دریا کو پار کرے۔ اس لئے کنارے کنارے چلتا رہا۔ اتنے میں ایک کشتی بہتی ہوئی آئی اور حاتم کے پاس آ کر رُک گئی۔

کشتی کو کھینچنے والا کوئی نہ تھا۔ پھر بھی حاتم اللہ کا نام لے کر اس میں جا بیٹھا۔ کشتی خود بخود چلنے لگی۔ حاتم نے دیکھا کہ ایک کونے میں کچھ لپٹا رکھا ہے۔ کھول کر دیکھا' مچھلی کا گوشت تھا۔ پیٹ بھر کر کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں زور کی آندھی آئی جو تین دن تک اسی طرح چلتی رہی۔ آندھی رُکی تو حاتم نے دیکھا، ناؤ کنارے آ لگی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا جو ہر جگہ اور ہر حال میں آدمی کی خبر گیری کرتا ہے۔ پھر حاتم کشتی سے اُتر آیا۔

حاتم کشتی سے اُتر تو آیا مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جائے تو کدھر جائے' نہ آدم تھا' نہ آدم زاد۔ کوئی راستہ بتانے والا نہ تھا۔ سات دن اسی طرح بھوکا پیاسا راستہ ڈھونڈتا پھرا۔ آخر ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ اُس کی طرف چلا اور تین دن میں وہاں پہنچا۔ پھر سوچا اب اوپر چڑھنا چاہیے۔

حاتم جب بارہ دن میں اوپر پہنچا تو ایک میدان نظر پڑی جس کی زمین بالکل سرخ تھی۔ جتنے جانور اس میدان میں دکھائی دیئے اُن سب کا رنگ بھی سرخ تھا۔ حاتم برابر چلتا رہا۔ کوئی پانچ چھ کوس چلنے کے بعد ایک دریا ملا جس کا پانی خون کی طرح لال تھا۔ اس دریا کے جانور بھی اسی رنگ کے تھے۔ حاتم کنارے کنارے چلتا رہا۔ بھوک لگتی تو شکار کر کے پیٹ بھرتا۔ مہرہ منہ میں رکھ کر پیاس بجھاتا۔

اسی طرح چلتے چلتے کئی ہفتے گزر گئے۔ حاتم زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ایک دن کیا دیکھتا ہے کہ دریا کی تہہ سے کوئی چیز اُوپر آ رہی ہے۔ رُک کر دیکھنے لگا۔ جب وہ قریب آ گئی تو حاتم

www.pakistanipoint.com

سوار ہو گیا۔

کشتی چلتے چلتے بیچ منجدھار میں جا پہنچی۔ دریا کی لہریں آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ حاتم نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ سات دن یہی حال رہا۔ کہیں آٹھویں دن جا کر کشتی کنارے لگی۔ حاتم اُتر کر سجدے میں گر پڑا اور پھر چلنا شروع کر دیا۔ سات دن چلنے کے بعد ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ اس کا پانی ایسا تھا جیسے پگھلی ہوئی چاندی۔ حاتم پیاسا تھا۔ پانی لینے کے لئے دریا میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ بھی چاندی کا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حاتم بڑا پریشان ہوا کہ کیا کرے۔

اتنے میں پھر ایک کشتی آتی دکھائی دی۔ حاتم ٹھہر گیا۔ کشتی قریب آئی تو وہ اندر جا بیٹھا۔ کشتی فوراً چل پڑی۔ حاتم کو ایک طباق میں گرم گرم حلوہ رکھا ملا۔ جی بھر کے کھایا۔ کئی دن بعد کشتی کنارے لگی۔ بالکل سامنے ایک پہاڑ تھا۔ حاتم اس کی طرف چل پڑا۔ مہینہ بھر میں اُس کے پاس پہنچا۔ دیکھا ہر طرف قیمتی ہیرے جواہر بکھرے پڑے ہیں۔

حاتم نے کچھ قیمتی پتھر اُٹھائے اور جیب میں رکھ لئے۔ آگے چل کر اُن سے بڑے پتھر ملے۔ حاتم نے پچھلے پتھر نکال پھینکے اور نئے جیبوں میں بھر لئے۔

اتنے میں صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ دکھائی دیا۔ حاتم نے وہاں بیٹھ کر ہاتھ منہ دھویا۔ اُس کے پانی سے ہاتھ تو ٹھیک ہو گیا لیکن ناخن چاندی کے رہ گئے۔ حاتم وہیں سویا رہا۔ صبح کو دریا سے دو جاندار نکلے، جن کے سر آدمی کے سے تھے، حاتم دیکھ کر ڈرا تو اُنہوں نے کہا: ”اپنے دل میں کسی طرح کا خوف نہ لا۔ ہم بھی تیری طرح اللہ کی مخلوق ہیں اور تیری بھلائی کے لئے تیرے پاس آئے ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ حاتم کے پاس بیٹھ گئے اور بولے: ”تجھ جیسے نیک آدمی کے دل میں یہ لالچ کیسے آیا کہ تو نے قیمتی پتھر اُٹھا کر جیب میں رکھ لئے۔“

حاتم نے کہا: ''اللہ نے ہر چیز اپنی مخلوق کے لئے پیدا کی ہے۔ اگر میں نے کوئی چیز اُٹھا لی تو کیا بُرا کیا۔''

اُنہوں نے کہا: ''یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ پتھر اللہ نے پریوں کے لئے بنائے ہیں تو ان کا حق مت چھین۔ اگر تجھے اس سفر کی نشانی کے لئے یہ ہیرے جواہرات چاہئیں تو ہم اس سے بڑے اور قیمتی دیتے ہیں۔ وہ پتھر تو جیب سے نکال پھینک دے۔''

حاتم نے اپنی جیبیں خالی کر دیں اور ان کے دیئے ہوئے قیمتی پتھر جیبوں میں رکھ لئے۔

حاتم اپنے ملک پہنچنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس نے ان دونوں سے پتہ پوچھا۔ وہ بولے: ''اللہ کی مدد تیرے ساتھ ہے' فکر نہ کر سیدھا چلے جا' مگر راستے میں لالچ نہ کرنا کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا' ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے گا۔''

حاتم نے اُن دونوں کا شکریہ ادا کیا اور آگے چل پڑا۔ پیچھے چاندی کا جیسا دریا ملا تھا' آگے اُسی طرح کا سونے کا دریا ملا۔ حاتم اُس سے پار اُتر کر اور آگے چلا۔

چلتے چلتے ایک اور دریا ملا۔ اُس کے کنارے اتنے بڑے بڑے موتی پڑے تھے جیسے مرغی کا انڈا۔ حاتم بڑا حیران ہوا۔ جی چاہا دو چار موتی اُٹھا لے' مگر ان اللہ کے بندوں کی نصیحت یاد آئی۔ اس لئے حاتم نے موتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ دریا کا پانی پیا تو ایسا تھا جیسے کسی نے دودھ میں شہد گھول دیا ہو۔

حاتم وہاں سے آگے چلا تو دور سے تیز روشنی دکھائی دی۔ پاس جا کر دیکھا تو سونے کا پہاڑ جگ مگ کر رہا تھا۔ حاتم اُس پر چڑھنے لگا۔ تین دن کے بعد چوٹی پر پہنچا تو ایک وسیع میدان نظر آیا جس کی زمین سنہری تھی۔ بیچوں بیچ ایک خوبصورت محل تھا جس کے در و دیوار سونے کے تھے۔ حاتم اندر داخل ہوا تو وہاں سونے کے بہت سے درخت دکھائی دیئے۔

حاتم اس سوچ میں کھڑا تھا کہ یہ کیا کرشمہ ہے۔ اتنے میں سامنے سے پریاں آتی دکھائی دیں جو سر سے پاؤں تک زیوروں میں لدی ہوئی تھیں۔ پریاں حاتم کو دیکھ کر حیران تو ہوئیں لیکن قریب آتی گئیں۔

حاتم نے اُن سے پوچھا: "یہ محل کس کا ہے؟"

اُنہوں نے کہا: "یہ محل پری نوش لب کا ہے۔" اتنے میں پری نوش لب خود بھی آ پہنچی۔

حاتم اُس کا حسن دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو پری نوش نے پوچھا: "تو کون ہے اور یہاں کیسے پہنچا؟"

حاتم نے حُسن بانو اور منیر شامی کا قصہ سنایا۔ پری بہت خوش ہوئی اور حاتم کو چار دن تک مہمان رکھا۔

پانچویں دن حاتم وہاں سے رخصت ہوا۔ کوئی بیس دن چلنے کے بعد ایک سونے کا دریا ملا۔ ایک کشتی حاتم کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی حاتم سوار ہوا وہ چل پڑی۔ ایک طباق گرم گرم حلوے سے بھرا رکھا تھا۔

حاتم نے وہ حلوہ کھایا اور دریا سے پانی لے کر پیا تو کٹورا اور آگے کے دو دانت سونے کے ہو گئے۔ چالیس دن تک یہ کشتی چلتی رہی۔ اُس کے بعد جب کنارے پر جا کر رُکی تو حاتم نے اُتر کر خدا کا شکر ادا کیا۔

حاتم آگے بڑھا تو ایک ایسے میدان میں پہنچا جس کی زمین آگ کی طرح تپ رہی تھی۔ اس میں چلنا دوبھر ہو گیا۔ حاتم نے مہرہ منہ میں رکھ لیا تو بھی تسلی نہ ہوئی۔

حاتم زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ موت سر پر منڈلاتی دکھائی دینے لگی۔ حاتم اللہ کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا۔ اتنے میں وہ دونوں آدمی پھر آئے جن کے جسم کا کچھ حصہ آدمی کا تھا اور کچھ جانور کا۔ اُنہوں نے حاتم کو پانی پلایا تو وہ

ہوش میں آیا۔

حاتم نے اُن سے پوچھا: ''یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں اتنی گرمی کیوں ہے؟''

وہ بولے: ''یہاں سے آگ کا دریا قریب ہے۔ تو یہ مہرہ لے اور منہ میں ڈال لے۔ اس کی مدد سے تو اس دریا کو پار کرلے گا۔''

یہ کہہ کر وہ دونوں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ حاتم نے مہرہ منہ میں رکھ لیا اور آگے چل پڑا۔

تھوڑی دور چلا تھا کہ آگے کی لپٹیں دکھائی دینے لگیں۔ حاتم سمجھ گیا کہ اب آگ کا دریا قریب ہے۔ پاس پہنچا تو دیکھا کہ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ شعلوں کے بیچ ایک کشتی دکھائی دی۔ ہمت تو نہ ہوتی تھی مگر جی کڑا کیا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کے کشتی میں سوار ہوگیا۔

تین دن بعد کشتی کنارے سے لگی۔ اب جو آنکھ کھولی تو نہ کشتی تھی' نہ آگ کا دریا' بلکہ ایک ہرا بھرا جنگل تھا۔ زمین کے ذرے ذرے سے وطن کی سہانی خوشبو آ رہی تھی۔ حاتم خوش ہوکر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ ایک آدمی گزرا۔

حاتم نے پوچھا: ''یہ کون سا دیس ہے؟''

اُس نے کہا: یمن

حاتم کا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ گھر یاد آیا' ماں باپ یاد آئے اور زریں پوش یاد آئی۔ جی چاہا پہلے گھر چلو لیکن پر فرض یاد آیا کہ منیر شامی کا کام ختم نہیں ہوا تو حاتم نے یہ سوچ کر شاہ آباد کا رُخ کیا۔

شاہ آباد پہنچ کر حاتم سیدھا حُسن بانو کی حویلی میں گیا اور کوہِ ندا کا سارا حال سنایا۔ اپنے چاندی کے ناخن' سونے کے دانت اور وہ قیمتی ہیرے جواہر دکھائے جو ساتھ لایا تھا۔

حُسن بانو نے حاتم کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ وہاں سے حاتم منیر شامی کے پاس سرائے میں آیا۔ وہ یہ سن کر کہ حاتم پھر کامیاب لوٹا ہے، بہت خوش ہوا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ تین دن دونوں ہنسی خوشی ایک ساتھ رہے۔ چوتھے دن حاتم پھر حُسن بانو کے پاس پہنچا اور اُس سے چھٹا سوال معلوم کیا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

چھٹا سوال
مُرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانا

حُسن بانو نے حاتم سے کہا: ''اب میں اپنا چھٹا سوال بتاتی ہوں۔ میرے پاس ایک موتی ہے، جو مُرغابی کے انڈے کے برابر ہے۔ مجھے اس کے ساتھ کا دوسرا موتی چاہیے۔ کہیں سے ایسا موتی لا کر دے کہ میرے پاس ایک سا موتیوں کا جوڑا ہو جائے۔''

حاتم نے کہا: ''اللہ مدد کرے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ اُس نے چاہا تو یہ کام بھی ہو جائے گا۔'' یہ کہا اور حُسن بانو سے اجازت لے کر سرائے میں آیا۔ پھر منیر شامی سے رخصت ہو کر موتی کی کھوج میں چل پڑا۔

حاتم شاہ آباد سے کچھ دور گیا ہو گا کہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یا اللہ بغیر اتے پتے کے کیسے موتی کو ڈھونڈوں۔ گھنٹوں بیٹھا یہی سوچتا رہا۔ پھر شام ہو گئی۔ اس وقت سات رنگ کی چڑیا کا ایک جوڑا درخت پر آ بیٹھا۔ دونوں باتیں کرنے لگے۔ حاتم جانوروں کی باتیں سمجھتا تھا اور ان کی باتوں سے اس کے کتنے کام بنے تھے۔ کان لگا کے اُن کی باتیں سننے لگا۔

مادہ، نر سے بولی: ''اس جنگل میں رہتے برس بیت گئے، مگر یہاں کی آب و ہوا ہمیں

راس نہ آئی، کیوں نہ کہیں اور چلے چلیں۔''

نر نے کہا: ''ہاں ٹھیک ہے۔ دن نکلے یہاں سے کہیں اور اُڑ چلیں گے۔'' اس کے بعد دونوں ذرا دیر چپکے بیٹھے رہے۔

مادہ نے پھر بات شروع کی۔ بولی: ''اس درخت کے نیچے کوئی مسافر بیٹھا ہے، جانے بیچارہ کس سوچ میں ہے اور کیوں اتنا پریشان ہے؟''

نر بولا: ''یہ یمن کا رہنے والا ہے۔ حاتم اس کا نام ہے۔ ہر وقت دوسروں کی بھلائی میں لگا رہتا ہے۔ منیر شامی ایک نوجوان ہے۔ اس وقت یہ اُس کے کام سے نکلا ہے۔ اسے ایسا موتی چاہیے جو مُرغابی کے انڈے کے برابر ہو۔ اس وقت سوچ رہا ہے کہ اُس تلاش میں کدھر جاؤں۔'' وہ بولی: ''کیا ایسا کوئی نہیں جو اُس موتی کا پتہ بتا سکے؟''

نر بولا: ''میں جانتا ہوں کہ ایسا موتی کہاں ہے اور کس طرح مل سکتا ہے۔ کہو تو ابھی اسے بتا دوں۔''

مادہ نے کہا: ''اگر ہم اس کی کوئی مدد کر سکیں تو اچھی بات ہی ہے۔''

نر بولا: ''میں بتاتا ہوں کہ اس موتی کا قصہ کیا ہے۔ قہرمان نام کا ایک دریا ہے۔ پرانے زمانے کی بات ہے کہ اس کے کنارے ایک پرندہ رہتا تھا۔ وہ تیس برس کے بعد ایک انڈا دیتا تھا۔ یہ انڈا اصل میں موتی ہوتا تھا۔ ایک بار اُس نے دو انڈے دیئے۔ اُن میں سے ایک انڈا پریوں کے بادشاہ شمس شاہ کے ہاتھ لگا۔ دوسرا انڈا برزخ کے جزیرے میں ماہ یار سلیمانی کے پاس رہا۔

''حُسن بانو کے پاس جو موتی ہے، وہ شمس شاہ والا ہے۔ یہ بہت گھومتا پھرتا اس کے پاس پہنچا۔ دوسرا ابھی تک ماہ یار سلیمانی کے پاس ہے۔ اگر حاتم اُس تک پہنچ جائے تو وہ موتی مل سکتا ہے۔ اُس نے موتی کے لئے ایک شرط مقرر کی ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ یہ موتی آیا کہاں

www.pakistanipoint.com

سے جو یہ بتادے گا، موتی اُسی کا ہے۔"

مادہ بولی: "اگر یہ جوان ہماری زبان سمجھتا ہے تو کام بالکل آسان ہے۔ جائے اور تمہارا سنایا ہوا قصہ دہرادے۔"

نر بولا: "یہ کام اتنا آسان نہیں۔ برزخ کے جزیرے تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ راستے میں بہت سے خطرے ہیں۔ وہ ملک دیوؤں کا ہے۔ وہ آدم زاد کو دیکھیں گے تو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

نر کا جواب سن کر مادہ پریشان ہوگئی۔ بولی: "آخر وہاں پہنچنے کا کوئی طریقہ بھی ہے؟"

نر بولا: "ہاں اسے چاہیے کہ ہمارے تھوڑے پر اپنے پاس رکھ لے تو بہت کام آئیں گے۔ اُس ملک میں خوفناک جانوروں کا بہت ڈر ہے۔ اگر ہمارے پروں کو جلا کر جسم پر مل لیا جائے تو جانور دُور بھاگ جائیں گے۔ اس کے ملنے کی صورت بھی دیوؤں کی سی ہو جائے گی اور دیو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔"

مادہ بولی: "پھر وہ دیو سے آدمی کیسے بنے گا؟"

نر نے جواب دیا: "وہ ہمارے سفید پر احتیاط سے رکھ لے۔ جب انہیں جلا کر راکھ جسم پر ملے گا تو اپنی اصلی شکل میں آجائے گا۔ جب یہ اصلی شکل میں آجائے گا تو دیو اسے پکڑ کر ماہ یار سلیمانی کے پاس لے جائیں گے۔ وہ اس سے پوچھے گا کہ "تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے؟ اُس وقت یہ اپنے جانے کا سبب بتائے گا اور ماہ یار اس سے موتی کی پیدائش کا حال پوچھے گا۔ اسے چاہیے کہ مجھ سے سنا ہوا قصہ یہ اُسے سنادے۔"

اِس بات چیت کے بعد چڑیاں پھڑ پھڑا کر اُڑ گئیں۔ بہت سے پر جھڑ کر زمین پر آگرے۔ حاتم نے اُنہیں جمع کر کے رکھ لیا اور چین کی نیند سو گیا۔ صبح کو اُٹھا اور برزخ کے جزیرے کی طرف چل کھڑا ہوا۔

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

حاتم اپنی منزل کی طرف چلا جاتا تھا۔ ایک دن ذرا ستانے کے لئے ایک پیڑ کے نیچے لیٹ گیا۔ ذرا دیر میں کسی کے رونے کی آواز کان میں پڑی۔ حاتم بے قرار ہو گیا اور اُٹھ کر آواز کی طرف چلا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے۔ حاتم نے پوچھی۔ اُس نے کہا: ''اے مسافر! اللہ تیرا بھلا کرے جو دوسروں کے درد سے تیرا دل دکھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ پاس کے گاؤں میں ایک بہیلیا رہتا ہے۔ وہ میرے نر اور بچوں کو پکڑ لے گیا۔ یہ صدمہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔''

حاتم نے لومڑی سے کہا: ''تو میرے ساتھ چل اور دور سے بہیلیے کا گھر بتا دے' پھر انہیں چھڑا کر لانا میرا ذمہ ہے۔''

لومڑی نے یہ ہمدردی دیکھی تو اُٹھ کر حاتم کے قدموں سے سر ملنے لگی۔ پھر اُسے راستہ دکھانے کو ساتھ چلی۔ گاؤں میں پہنچ کر لومڑی نے دور سے بہیلیے کا گھر دکھایا اور خود ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئی۔

حاتم بہیلیے کے گھر پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ بہیلیا باہر آیا تو حاتم نے کہا: ''بھائی! میں بڑی بُری بیماری میں مبتلا ہوں۔ میری بیماری لومڑی کے خون سے جا سکتی ہے۔ اگر تمہارے پاس لومڑی یا اُس کے بچے ہوں تو مجھے دے دو۔''

اُس نے لومڑ اور بچے حاتم کے حوالے کر دیئے۔ حاتم نے اُسے منہ مانگی قیمت دی اور لومڑ اور بچے لومڑی کے حوالے کر دیئے۔ سب حاتم کو دعا دیتے ہوئے جنگل کی طرف چل دیئے۔

اب حاتم پھر برزخ کے جزیرے کی طرف چل دیا۔ ایک دن دیکھا کہ دور پانی کا چشمہ چمک رہا ہے۔ حاتم پیاسا تھا۔ اُس کی طرف بڑھا۔ پاس جا کر دیکھا تو چشمہ نہ تھا بلکہ چاندی کی طرح چمکتا ہوا سفید سانپ تھا جو کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ حاتم اُسے دیکھ کر واپس ہو لیا۔

www.pakistanipoint.com

اتنے میں کسی نے آواز دی۔ ’’اے جوان! تو لوٹ کیوں گیا؟‘‘

حاتم نے مڑ کر دیکھا تو سانپ پھن اُٹھائے اُس سے مخاطب تھا۔

حاتم نے کہا: ’’اے خوبصورت سانپ! میں نے تجھے پانی کا چشمہ جانا۔ پیاسا تھا دوڑا چلا آیا۔ اب پھر پانی کی تلاش میں جاتا ہوں۔‘‘

سانپ نے کہا: ’’فکر نہ کر یہاں تجھے سب کچھ ملے گا۔‘‘ یہ کہہ کر سانپ رینگنے لگا۔ حاتم پیچھے پیچھے چلا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں ایک باغ میں جا پہنچے۔ یہ باغ بڑا ہرا بھرا تھا۔ خوبصورت پودے پھلوں سے لدے کھڑے تھے۔ بیچ میں صاف شفاف پانی کا ایک حوض تھا۔ اُسے دیکھ کر حاتم کا دل باغ باغ ہو گیا۔

حاتم تو باغ کی سیر میں کھو گیا اور سانپ حوض میں کود پڑا۔ ذرا دیر میں پری زاد حوض سے نکلے۔ اُن کے سروں پر قیمتی ہیرے جواہر کے خوان تھے۔ وہ لا کر اُنہوں نے حاتم کے آگے رکھ دیئے اور کہا: ’’ہمارے آقا نے یہ آپ کے لئے بھیجے ہیں۔‘‘

ذرا دیر بعد اُن کا آقا بھی آ گیا۔ خوبصورت جوان تھا۔ بہت سے خادم اُس کے ساتھ تھے۔ آ کر حاتم کے گلے ملا۔

حاتم نے کہا: ’’اے مہربان! تو نے مجھ پر بڑی عنایت کی، مگر یہ تو بتا کہ تو ہے کون؟‘‘

نوجوان نے جواب دیا: ’’تو سفر کا تھکا ہارا ہے۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا لے۔ پھر باتیں ہوں گی۔‘‘

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دستر خوان بچھ گیا اور اُس پر طرح طرح کے کھانے چن دیئے گئے۔ دونوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ حاتم کو نوجوان کی داستان سننے کی بڑی بے چینی تھی۔ اُس نے پھر تقاضا کیا۔

نوجوان نے کہا: ’’اے معزز مہمان! میں وہی سانپ ہوں جو تجھے یہاں لایا تھا۔ اصل

میں، میں پری زاد ہوں۔ شمس شاہ میرا نام ہے۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آدمیوں کے ملک پر حملہ کروں اور انہیں ہرا کر اُن کے ملک کو اپنی حکومت میں شامل کرلوں۔ یہ سوچ کر میں نے ایک بھاری لشکر جمع کیا اور طے کرلیا کہ اگلی صبح کو حملہ کردیں گے۔ صبح کو سو کر اُٹھے تو میں اور میرا لشکر سب سانپ بن چکے تھے۔

"اب میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوا اور اللہ سے توبہ کرنے لگا۔ آخر اُسے رحم آیا اور میرے لشکر کے سب سپاہی اپنی اصلی حالت پر آ گئے' مگر میں سانپ کا سانپ ہی رہا۔ میں نے پھر گڑگڑا کر توبہ کی۔ حکم ہوا' جا ہم نے تیری خطا معاف کی۔ لیکن تو تیس سال تک اسی شکل میں رہے گا۔ اس کے بعد یمن کا ایک جوان حاتم نام کا یہاں آئے گا تو اُسے دیکھ کر اپنی اصلی حالت میں آ جائے گا۔ پھر اُس نے تیرے لئے دعا کردی تو ٹھیک ہے' ورنہ تو پھر سانپ بن جائے گا۔ حاتم! آج اس بات کو پورے تیس سال ہو رہے ہیں۔ اب تو میرے لئے دعا کر دے تو میں اس عذاب سے چھوٹ جاؤں۔"

حاتم تو ہر ایک کا ہمدرد تھا۔ اُس نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ فوراً آواز آئی" حاتم! تیری دعا قبول کی جاتی ہے۔"

اِس طرح شمس شاہ کو چھٹکارا ملا۔ اُس نے حاتم کا شکریہ ادا کیا اور ادھر آنے کی وجہ پوچھی۔

حاتم نے کہا: "میں شاہ آباد سے آ رہا ہوں۔ اس وقت برزخ کے جزیرے جا رہا ہوں تا کہ مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لاؤں۔"

شمس شاہ نے کہا: "بھائی! یہ کام بہت دشوار ہے۔ اس سے ہاتھ اُٹھا۔ اُس جزیرے کا راستہ خطروں سے بھرا ہوا ہے۔"

حاتم نے کہا: "میں خطروں سے گھبرانے والا نہیں۔ جس کام کا بیڑا اُٹھا لوں' کر کے رہتا

ہوں۔ میں برزخ کے جزیرے ضرور جاؤں گا' چاہے کچھ بھی ہو۔''

شمس شاہ نے کہا: ''اگر تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو بسم اللہ۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ میں کچھ پری زاد تمہارے ساتھ کیئے دیتا ہوں۔ وہ ہر حال میں تمہاری مدد کریں گے۔''

چنانچہ شمس شاہ نے چھ پری زاد حاتم کے ساتھ کر دیئے۔ اُنہوں نے حاتم کو اُڑن کھٹولے پر بٹھایا اور برزخ کے جزیرے کی طرف روانہ ہوگئے۔

یہ سفر تین دن تک جاری رہا۔ چوتھے دن یہ کھٹولا ایک درخت کے نیچے اُترا۔ ایک پری زاد تو کھٹولے کے پاس رہا۔ باقی کھانے پینے کی تلاش میں ادھر ادھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں بہت سے دیو وہاں شکار کھیلتے آ نکلے۔ اُنہوں نے اُڑن کھٹولے کو گھیر لیا۔ پری زاد اور دیو آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔

پری زاد نے کئی کو تو مار گرایا' آخر پکڑا گیا۔ دیو حاتم اور پری زاد کو اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اُس نے دونوں کو ایک کنوئیں میں قید کر دیا۔ اُدھر یہ ہوا کہ پری زاد لوٹ کر آئے۔ دیکھا کہ نہ حاتم ہے' نہ پری زاد۔ بس تین چار دیو مرے پڑے ہیں۔ سمجھ گئے کہ دیوؤں سے لڑائی ہوئی ہوگی' وہ دونوں کو پکڑ کر لے گئے ہوں گے۔

پری زاد اسی سوچ میں تھے کہ ایک دیو نے کروٹ بدلی۔

پری زادوں نے پوچھا: ''تو کون ہے اور کس کا نوکر ہے؟'' وہ بولا ''میں مقرنس دیو کا نوکر ہوں۔ ہم شکار کھیلتے ادھر آ نکلے۔ یہاں ایک پری زاد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اُس سے لڑائی میں کئی دیو مارے گئے۔''

یہ سن کر پری زاد شمس شاہ کے پاس پہنچے اور یہ قصہ سنایا۔ اُسے بڑا غصہ آیا۔ شمس شاہ نے تیس ہزار پری زادوں کا لشکر لے کر مقرنس پر حملہ کر دیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ آخر مقرنس قید ہوا اور شمس شاہ کے سامنے لایا گیا۔ آتے ہی وہ شمس شاہ کے پیروں پر گر پڑا۔ آخر حاتم اور اُس

پری زاد کو بھی قید سے نجات ملی۔

شمس شاہ نے ایک بار پھر حاتم کو سمجھایا کہ اس مشکل سفر کا ارادہ چھوڑ دے' مگر حاتم نے جواب دیا کہ "مرد کبھی اپنا ارادہ نہیں بدلتے۔ جس طرح بھی ہو مجھے وہ موتی چاہیے۔

یہ سن کر شمس شاہ نے کہا: "اچھا میں تمہارے ساتھ کچھ پری زاد کیئے دیتا ہوں۔"

اس بار اُس نے کچھ بوڑھے تجربہ کار پری زاد حاتم کے ساتھ کر دیئے۔ یہ قافلہ پندرہ دن تک سفر کرتا رہا۔ بھوک پیاس لگتی تو اُتر کر کھا پی لیتے۔ پھر اُڑنے لگتے۔ سولہویں دن ایک پہاڑ پر اُترے۔ وہاں حاتم کو کسی کے رونے اور کراہنے کی آواز سنائی دی۔

پری زادوں سے پوچھا۔ "کون روتا ہے؟"

انہوں نے بتایا کہ پری زادوں کا ایک شہزادہ مہرآور بہت دنوں سے یہاں رہتا ہے۔ وہ برزخ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے' مگر برزخ کی کوئی شرط ہے جسے وہ پورا نہیں کر سکتا۔"

یہ سن کر حاتم کو اُس سے ہمدردی ہوئی' کہا: "چلو ذرا اُس سے ملیں۔ ممکن ہے کوئی ایسا کام ہو جسے ہم پورا کر سکیں۔"

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور پری زادوں کو ساتھ لے کر آواز کی طرف چلا۔

دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان پتھر پر بیٹھا رو رہا ہے۔ حاتم قریب گیا۔ پوچھا:

"دوست! تجھے کیا تکلیف ہے جو اس طرح بلک بلک کر رو رہا ہے؟"

اُس نے کہا: "اے اجنبی! تجھے اس سے کیا مطلب کہ میں کیوں روتا ہوں۔ تو جا اور اپنا کام کر۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ۔"

حاتم نے کہا: "خفا کیوں ہوتے ہو۔ تمہارا درد نہ دیکھا گیا اس لئے پوچھ بیٹھے۔"

یہ سن کر نوجوان نے معافی مانگی اور کہا: "میں غم کی وجہ سے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہوں۔ اسی لئے تجھے ایسا رُوکھا جواب دے دیا۔ اب تو اطمینان سے بیٹھ' میں تجھے اپنی داستان

www.pakistanipoint.com

سناتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنی درد بھری کہانی سنائی۔

شہزادے کی داستان سن کر حاتم نے اُسے دلاسا دیا اور کہا: "میں برزخ سے وہ موتی حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے۔ مجھے اُس کی پیدائش کا پورا قصہ معلوم ہے۔ وہ قصہ سن کر موتی دینے پر مجبور ہوگا۔ میں اُس سے ملوں گا تو تیری شادی کی بات بھی کروں گا۔ ممکن ہے وہ راضی ہو جائے۔"

شہزادے نے حاتم کی بات پر یقین نہ کیا اور ہنسنے لگا۔

حاتم کے ساتھ جو پری زاد تھے وہ بولے: "شہزادے! ہنسنے کی بات نہیں۔ ہم شمس شاہ کے ملازم ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ حاتم کو موتی کا سارا حال معلوم ہے۔"

شہزادے نے یہ سنا تو اُٹھ کر حاتم کو گلے لگالیا اور بولا "میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔"

اب دونوں اُڑن کھٹولے پر بیٹھ گئے اور برزخ کے جزیرے کی طرف روانہ ہو گئے۔

پری زادوں کو نیچے ایک باغ نظر آیا۔ یہ سیر کرنے کے خیال سے وہاں اُتر گئے۔ یہ باغ مہا کال دیو کا تھا۔ اُس نے آدم زاد اور پری زاد کو ساتھ ٹہلتے دیکھا تو حیران ہوا۔ فوراً دیوؤں کو حکم دیا کہ دونوں کو پکڑ لائیں۔ دونوں کو مہا کال دیو کے سامنے لایا گیا۔ وہ شہزادہ مہر آور سے بولا: "تو پری زاد ہے۔ اس لئے تجھے تو چھوڑے دیتا ہوں لیکن اس آدم زاد کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

شہزادے نے بہت خوشامد کی، مگر وہ حاتم کو چھوڑنے کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوا۔

مہا کال نے حاتم کو ایک مکان میں قید کرادیا۔ مہر آور اور پری زاد آزاد کر دیئے گئے۔ یہ ایک جگہ بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ بہت دیر سوچنے کے بعد طے کیا کہ جب پہرے دار سو جائیں تو حاتم کو اُڑا کر لے جانا چاہیے۔ یہ طے کر کے وہ اُس مکان کے

www.pakistanipoint.com

پاس جا چھپے جس میں حاتم قید تھا۔ رات کو پہرے دار میٹھی نیند سو گئے تو پری زاد اُس مکان میں جا اُترے اور حاتم کو اُڑن کھٹولے پر بٹھا کر لے اُڑے۔ اس طرح راتوں رات وہ حاتم کو مہا کال کی سرحد سے باہر لے گئے۔

تین دن بعد پری زاد اُڑن کھٹولا لئے قہرمان کی سرحد پر پہنچ گئے اور حاتم سے بولے:

''اب آگے جانا ہمارے قابو سے باہر ہے۔ یہاں سے ہم اپنے ملک کو لوٹتے ہیں۔''

حاتم نے انہیں رخصت کر دیا لیکن مہر آور نے کہا ''میں تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ ہر حال میں ساتھ رہوں گا۔''

یہ وہی جگہ تھی، جہاں حاتم کو چڑیا کے پروں کی راکھ جسم پر ملنی تھی۔ اُس نے مہر آور سے کہا: ''میں تو ان پروں کی راکھ جسم کو مل کر دیو بن جاؤں گا۔ تو میرے ساتھ کیسے چل سکے گا۔''

اُس نے کہا ''میں اُڑتا ہوا تیرے ساتھ چلوں گا۔''

حاتم نے لال پر جلا کر اُن کی راکھ جسم کو مل لی۔ راکھ ملتے ہی اُس کی صورت دیو جیسی ہو گئی۔ اس طرح دیو کا روپ اختیار کر کے حاتم دیوؤں کے ملک میں داخل ہو گیا۔ دیو اُسے دیکھتے مگر دیو سمجھ کر کچھ نہ کہتے۔ مہر آور بھی اُس کے ساتھ ساتھ اُڑتا رہا۔ کئی دن دونوں اسی طرح چلتے رہے۔ دن بھر سفر کرتے، رات ہوتی تو دونوں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور آرام کرتے۔ اسی طرح دریائے قہرمان کے کنارے پہنچ گئے۔

یہ دریا ایسا تھا کہ دیکھ کے ڈر لگتا تھا۔ پہاڑ سے اُونچی لہریں اُٹھتی تھیں اور آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ ہاتھی کے برابر کے جانور اس میں تیرتے پھرتے تھے۔ دریا کا پاٹ ایسا تھا کہ دوسرا کنارہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اسے دیکھ کر دونوں پریشان ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس کا تو پار کرنا مشکل ہے۔ آخر مہر آور کو یاد آیا کہ یہاں سے تھوڑی دور اُس کے دوست شمشان پری زاد کا شہر ہے۔ اُس کے پاس ایسے گھوڑے ہیں جو اُڑ بھی سکتے ہیں

www.pakistanipoint.com

اور تیر بھی سکتے ہیں۔

مہر آور اُڑتا ہوا اپنے دوست شمشان کے شہر میں پہنچا۔ اُس نے دو شاندار گھوڑے دے دیئے۔ یہ گھوڑے تیرنے اور اُڑنے میں لاجواب تھے۔ مہر آور انہیں لے کر واپس آ گیا۔ پھر ایک گھوڑے پر وہ خود بیٹھا اور دوسرے پر حاتم کو بٹھایا۔ اُن کے بیٹھتے ہی گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے اور تیسرے دن دریا کے پار جا پہنچے۔

دریا کے پار پہنچ کر مہر آور نے حاتم سے کہا: ''میرا ملک یہاں سے بہت نزدیک ہے۔ تم اجازت دو تو میں جا کر ایک لشکر ساتھ لے آؤں۔''

حاتم نے کہا: ''لشکر لا کر کیا کرو گے؟ ہم جنگ کے ارادے سے تو جا نہیں رہے۔''

مہر آور بولا: ''ہاں دوست! یہ تو ٹھیک ہے' مگر ہم لاؤ لشکر کے ساتھ داخل ہوں گے تو زیادہ عزت ہوگی۔''

حاتم نے کہا: ''ٹھیک ہے' جاؤ مگر یہ بتاؤ تمہاری واپسی کب تک ہوگی؟''

مہر آور بولا: ''آج سے آٹھویں دن میں ضرور لوٹ آؤں گا۔''

اس طرح حاتم سے اجازت لے کر شہزادہ مہر آور اپنے ملک میں پہنچا۔ ماں باپ نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھا تو خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ فوراً اُسے سینے سے لگا لیا اور حال پوچھا۔ مہر آور نے سارا قصہ سنا دیا اور بولا: ''اب میری درخواست یہ ہے کہ ایک لشکر میرے ساتھ کر دیجیے' تا کہ برزخ جا کر شہزادی کو بیاہ لاؤں۔''

باپ نے کہا: ''بیٹا! لشکر ساتھ کرنے کو تو میں تیار ہوں' مگر یہ بتاؤ تم جب تک اُس کے سوال کا جواب نہ دو گے۔ اُس کی بیٹی کو کس طرح بیاہ کر لاؤ گے؟''

اس کے جواب میں شہزادے نے سارا قصہ سنایا' مگر باپ کو یقین نہ آیا اور بولا: ''تم کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ جو کام پری زاد ہو کر تم نہ کر سکے' وہ کام کوئی آدم زاد کیسے کر

سکتا ہے؟"

شہزادے نے حاتم کے بہت سے کارنامے سنائے اور اُس کے بارے میں بہت کچھ بتایا پھر کہا کہ حاتم کوئی معمولی آدمی نہیں۔ وہ بہت سے پری زادوں پر بھاری ہے۔ آخر بیٹے نے کہہ سن کر باپ کو مطمئن کر ہی دیا اور ایک بھاری لشکر لے کر آٹھویں دن حاتم سے جاملا۔

رات کو دور تک چھاؤنی سی بس گئی۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر مزیدار کھانے کھائے اور ہنسی خوشی رات گزاری۔ دن نکلا تو کوچ کا نقارہ بجا۔ لشکر چلنے کے لئے تیار ہوا۔ حاتم اور مہرآور گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اس طرح یہ قافلہ برزخ کے بادشاہ ماہ یار سلیمانی کے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ماہ یار سلیمانی کو پہرے داروں نے خبر کی کہ ایک بھاری لشکر شہر کی طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر اس لشکر کو روک دے۔

چنانچہ ماہ یار کی فوج شہر کے دروازے پر جمع ہوگئی۔ شہزادہ اور حاتم پہلے تو یہ سمجھے کہ یہ فوج استقبال کے لئے آئی ہے۔ پھر پتہ چلا کہ اُس کے آنے کا مقصد ان کا راستہ روکنا ہے۔ شہزادے نے یہ دیکھ کر فوراً اطلاع کرائی کہ "ہم لڑنے کے خیال سے نہیں آئے۔ بادشاہ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔"

فوج کے سردار نے شہزادے کا یہ پیغام بادشاہ کو پہنچا دیا اور اطلاع دی کہ شہزادہ مہرآور ایک آدم زاد کو لے کر آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں کو عزت کے ساتھ شہر میں لایا جائے۔ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں ایک خوبصورت مکان میں ٹھہرایا گیا۔

اگلے دن بادشاہ نے دونوں کو دربار میں بلایا اور عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ دیر تک مہرآور سے باتیں کرتا رہا۔ پھر حاتم کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا: "بھائی! تم کون ہو' کدھر سے آئے ہو' یہاں آنے کا کیا سبب ہے؟"

حاتم نے جواب دیا: ”اے پرستان کے بادشاہ! میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ یہاں آنے کے لئے میں نے ہزاروں کوس کا سفر کیا۔ راستے میں طرح طرح کے خطرے تھے۔ ان کا مقابلہ کرتا ہوا یہاں پہنچا۔ اب پتہ چلا کہ یہاں آنا انسان کے بس کی بات نہیں، مگر اللہ جس کی مدد کرے، اُس کی سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔“

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ بولا: ”اے دور دراز کے مسافر! سچ مچ تو بڑی ہمت والا ہے اور اللہ کی مدد ضرور تیرے ساتھ ہے، ورنہ یہاں جیتا نہ پہنچتا۔ پھر بھی تو نے بڑے دُکھ جھیلے ہوں گے۔ آخر یہ تو بتا تو نے اتنی تکلیفیں کس لئے برداشت کیں؟“

حاتم نے جیب سے فوراً وہ موتی نکالا جو حُسن بانو نے دیا تھا اور بولا: ”اس کے ساتھ کا دوسرا موتی آپ کے خزانے میں ہے۔ اگر وہ موتی مجھے مل جائے تو میری محنت ٹھکانے لگ جائے۔“

بادشاہ نے کہا: ”مجھے تجھ سے ہمدردی ہے لیکن میں نے ایک شرط رکھی ہے۔ اگر کوئی اس موتی کی پیدائش کا حال بتا دے تو میں اس موتی کے ساتھ اپنی بیٹی بھی اُس کے حوالے کر دوں۔“

یہ سن کر حاتم نے موتی کی پیدائش کا حال سنانا شروع کیا اور پرندے سے جو کچھ سنا تھا سب بتا دیا۔ بادشاہ سر جھکائے سنتا رہا۔ جب حاتم کہہ چکا تو اُٹھا اور حاتم کو گلے سے لگا لیا۔ پھر وہ موتی منگوا کر حاتم کے آگے رکھ دیا اور درباریوں کو حکم دیا کہ شادی کی تیاری کرو۔ دو ایک دن میں تیاریاں مکمل ہو گئیں۔

شادی کے دن شہزادی خوبصورت پوشاک پہنے، سولہا سنگار کئے سجی بنی آئی۔ حاتم فوراً بولا: ”اے بادشاہ! یہ شہزادی آج سے میری بہن ہے۔ میں خوشی سے اس کا ہاتھ شہزادہ مہر آور کے ہاتھ میں دیتا ہوں۔“

www.pakistanipoint.com

یہ سن کر سب بہت خوش ہوئے۔ بادشاہ کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ وہ یہ جان کر بہت خوش ہوا کہ اب اُس کی بیٹی کی شادی ایک پری زاد ہی سے ہوگی۔ پری زادوں کی رسم کے مطابق شادی ہوئی۔ اس طرح حاتم کی مدد سے مہر آور کی مراد بھی پوری ہوگئی۔

شادی کے چوتھے دن حاتم اور مہر آور ماہ یار سے اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے دریائے قہرمان کے کنارے پہنچے۔ یہاں آ کر حاتم نے اپنے دوست سے کہا: ''اب تم ہنسی خوشی اپنے گھر کو سدھارو۔ میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔''

اُس نے جواب دیا: ''یہ بات مروت کے خلاف ہے۔ تم نے میرے لئے اتنا کام کیا اور میں تمہیں اکیلا چھوڑ دوں۔ یہ نہیں ہوسکتا' میں تمہیں شمس شاہ کے پاس پہنچا کر لوٹوں گا۔'' یہ کہا اور لشکر کو شہزادی سمیت اپنے گھر کی طرف بھیج دیا۔

اب دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر شمس شاہ کے ملک کی طرف چلے۔ پہلے قہرمان دریا پار کیا پھر پہلے کی طرح دیوؤں کی سرحد سے گزرے۔ آخر شمس شاہ کی سرحد میں جا پہنچے۔ اُس کے مخبروں نے خبر دی کہ حاتم اور اُس کا نیا ساتھی مہر آور سفر سے لوٹ آئے ہیں اور اب اُس کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ بہت خوش ہوا اور لشکر لے کر ان کے استقبال کو چلا۔ ابھی تھوڑی دور ہی آیا تھا کہ حاتم نظر آیا۔ دوڑ کر گلے لگا لیا۔ پھر شہزادے کے بارے میں پوچھا۔ حاتم نے دونوں کی ملاقات کرائی اور شہزادے کی مہربانیوں کا حال سنایا۔

شمس شاہ نے شہزادے کا شکریہ ادا کیا اور کہا: ''تم نے بڑی مہربانی کی کہ میرے دوست حاتم سے میری ملاقات کرائی۔ میں اس کی طرف سے بہت پریشان تھا۔ تم نہ ہوتے تو انہیں سفر میں زیادہ دشواری ہوتی۔'' غرض وہ دونوں کو ساتھ لایا۔ ایک خوبصورت باغ میں ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا۔ چالیس دن تک شاندار مہمان داری کی۔ خوب دعوتیں کیں۔ اکتالیسویں دن دونوں نے شمس شاہ سے اجازت چاہی۔

www.pakistanipoint.com

اُس نے کہا: ”جی تو نہیں چاہتا کہ تمہیں رخصت کروں، مگر تمہیں وطن سے نکلے بہت دن ہو گئے۔ اس لئے تمہیں نہیں روکتا۔ جاؤ، اللہ نگہبان ہے۔“

یہ کہہ کر کچھ پری زادان کے ساتھ کر دیئے۔ چار پری زاد مہر آور کو اُڑن کھٹولے پر بٹھا کر اس کے ملک کی طرف لے چلے۔ چار پری زادوں نے حاتم کو دوسرے اُڑن کھٹولے پر بٹھایا اور شاہ آباد کا رُخ کیا۔

شاہ آباد وہاں سے کافی دور تھا۔ ایک مہینے کے لمبے سفر کے بعد حاتم کا اُڑن کھٹولا وہاں پہنچا۔ حاتم شہر کے باہر ہی اُتر گیا۔ شمس شاہ کے نام ایک شکریہ کا خط لکھ کر پری زادوں کو رخصت کیا اور خود شہر میں داخل ہوا۔ حُسن بانو کو حاتم کے آنے کی اطلاع ملی تو فوراً بلایا اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر حاتم سے سفر کا حال سنا۔ حاتم نے دونوں موتی نکال کر اُس کے آگے رکھ دیئے۔

حُسن بانو نے حاتم کی ہمت اور بہادری کی بہت تعریف کی۔ وہاں سے رخصت ہو کر حاتم سرائے میں پہنچا اور منیر شامی سے ملاقات کی۔ اُسے اپنی کامیابی کا حال سنایا اور کہا: ”اللہ کی مدد سے حُسن بانو کے چھ سوالوں کے جواب مل گئے۔ اب صرف ایک سوال رہ گیا ہے۔ اُس کی عنایت سے اس کا جواب بھی مل جائے گا۔“

منیر شامی حاتم کے قدموں میں گر پڑا اور اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

☆☆☆

www.pakistanipoint.com

ساتواں سوال
حمام بادگرد کی خبر لانا

سات دن تک حاتم منیر شامی کے ساتھ سرائے میں رہا۔ آٹھویں دن حُسن بانو کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا کہ ساتواں سوال کیا ہے۔

حُسن بانو بولی: ''میں نے سنا ہے ایک حمام ہے جو دن رات چکی کی طرح گھومتا رہتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو لوگ اس میں نہاتے کیونکر ہیں؟ اس بھید کا پتہ لگا۔''

حاتم نے کہا: ''اس حمام کا کچھ اتا پتا تو بتاؤ۔'' حُسن بانو بولی ''بس اتنا سنا ہے کہ وہ دکن کی طرف ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں معلوم۔''

حاتم ساتواں سوال سن کر شاہ آباد سے نکلا اور جنگل کی راہ لی۔ چلتے چلتے ایک شہر میں جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنویں کے چاروں طرف بھیڑ جمع ہے۔

حاتم نے پوچھا: ''کیا ماجرا ہے؟'' کسی نے کہا: ''یہاں کے حاکم کا بیٹا دیوانہ ہو کر کنویں پر بیٹھ رہا تھا۔ آج تیسرا دن ہے کہ وہ کنویں میں کود پڑا۔ اُس کے ماں باپ کا روتے روتے برا حال ہے۔ ہزار کانٹے اور رسیاں ڈالتے ہیں مگر اُس کی لاش بھی ہاتھ نہیں آئی۔ لاش مل جاتی تو شاید ماں باپ اُس کو دیکھ کر صبر کر لیتے۔''

www.pakistanipoint.com

اتنے میں اُس کے ماں باپ روتے پیٹتے وہاں آ پہنچے۔ اُن کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ کلیجہ منہ کو آتا تھا۔

حاتم کا دل بھی بھر آیا۔ بولا: ''اتنا نہ گھبراؤ' میں اللہ کی راہ میں اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتا ہوں۔ بس یہی آرزو ہے کہ میری جان کسی کے کام آئے۔ میں ابھی کنویں میں کودتا ہوں۔ تم میرا انتظار کرنا۔''

یہ کہہ کر حاتم کنویں میں کود گیا۔ پاؤں تہہ سے ٹکے تو حاتم نے آنکھیں کھول دیں۔ اب کنواں تھا' نہ پانی بلکہ ایک کھلا میدان تھا۔

حاتم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ دور ایک موتیوں جڑا تخت نظر آیا۔ اُس پر ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا تھا۔ اُس کے چاروں طرف پریاں جمع تھیں۔ حاتم چپکے چپکے قریب پہنچا اور گھنے درختوں میں چھپ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے میں پریوں کی نظر حاتم پر پڑ گئی اور وہ چیخ اُٹھیں۔

ان میں ایک پری جو سب سے خوبصورت تھی اور صورت سے اُن کی سردار معلوم ہوتی تھی۔ وہ جوان کے پاس تخت پر بیٹھی تھی۔ اُس نے نوجوان سے کہا: ''تمہارا ایک بھائی اور یہاں آ پہنچا۔ اگر کہو اُسے بھی یہاں بلا لیں۔''

وہ بیچارہ شاید آدمی کو ترس گیا تھا۔ بولا: ''ہاں میرا بھی یہی جی چاہتا ہے۔''

یہ جواب سن کر وہ پریوں سے بولی۔ ''جاؤ اور اُس نوجوان کو ادب سے یہاں لے آؤ۔''

وہ آئیں اور حاتم کو تخت کے قریب لے آئیں۔ ان دونوں نے اُٹھ کر حاتم کا استقبال کیا' تخت پر جگہ دی اور مزاج پوچھا۔

حاتم نے اپنے سفر کا حال بتایا اور کنویں پر جو کچھ دیکھا تھا وہ سب بھی سنایا۔ پھر اس نوجوان سے کہا: ''اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کنویں میں کودنے والا نوجوان تو ہی ہے یا

کوئی اور؟"

نوجوان نے کہا: "ہاں میں ہی وہی شخص ہوں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں اُس کنویں پر آ نکلا۔ اتفاق سے یہ حسینہ جو میرے برابر بیٹھی ہے، مجھے نظر آ گئی۔ میں اس کی محبت میں باولا بن گیا اور اُس کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ آخر اس باغ میں پہنچا اور اسے پا لیا۔ اب زندگی چین سے کٹ رہی ہے۔"

حاتم نے کہا: "تو یہاں رنگ رلیاں منا رہا ہے اور وہاں تیرے ماں باپ کی حالت تباہ ہے۔" نوجوان نے کہا: "اُن سے ملنے کی صورت صرف یہ ہے کہ یہ حسین پری اجازت دے تو جا سکتا ہوں۔"

حاتم نے پری سے کہا: "اللہ کے واسطے اسے دو چار دن کے لئے اجازت دے دے۔"

پری مسکرا کر بولی "نہ اسے کسی نے جانے سے منع کیا، نہ کوئی اسے یہاں لایا۔ یہ خود ہی دیوانہ ہو کر چلا آیا۔"

حاتم نے نوجوان سے کہا: "چل اُٹھ کھڑا ہو۔ تجھے اجازت مل گئی۔"

یہ سن کر وہ ظالم بولی: "اسے اجازت نہیں کہتے۔" حاتم نے یہ سنا تو سر جھکا لیا۔ پھر کہا: "خدا کے واسطے تو اس کے ماں باپ پر رحم کر۔"

پری نے کہا: "ہماری قوم کی یہ چال نہیں۔ یہ پھیکے چونچلے ہمیں نہیں بھاتے۔ آدم زاد بے وفا ہوتے ہیں۔ یہ جھوٹا ہے۔ مجھے دل سے نہیں چاہتا۔"

جوان بولا: "ٹھیک کہتی ہو۔ اپنی قسمت ہی خراب ہے۔ تمہارے لئے گھر بار چھوڑا۔ جان سے ہاتھ دھو کر کنویں میں گرا۔ کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں۔ پھر بھی تم مجھے بے وفا کہتی ہو۔"

اس پر پری نے کہا: "میں تو تیری چاہت کو اُس وقت سچ مانوں گی جب تو میرا کہا بجا لائے۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ بولا: "میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجا لاؤں، بتاؤ، دیر نہ کرو۔"

پری نے اپنے خادموں کو حکم دیا: ''ایک کڑھائی میں تیل بھر کر چولھے پر چڑھاؤ' جب تیل خوب گرم ہو جائے تو مجھے خبر کرو۔''

جب تیل کھولنے لگا تو اُس نے نوجوان کا ہاتھ پکڑ کے کہا: ''کیوں جی! تم ہمیں چاہتے ہو تو اس میں کود پڑو۔''

جوان خوشی خوشی کڑھائی کی طرف چلا۔ چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو اس میں گرا دے۔ اتنے میں پری دیوانوں کی طرح دوڑ پڑی اور اُس کے گلے سے لپٹ گئی۔ بولی:

''آج سے میں تیری کنیز ہوں۔ اب جو تو کہے گا سو کروں۔''

اس کے بعد پھر راگ رنگ کی محفلیں جمنے لگیں۔ اسی میں ایک مہینہ اور بیت گیا۔

حاتم نے کہا: ''مجھے لمبے سفر پر جانا ہے۔ اب رخصت چاہتا ہوں' مگر جی چاہتا ہے کہ جانے سے پہلے ایک بار تجھے تیرے ماں باپ سے ملا دیتا۔''

پری بول اُٹھی: ''بہت بہتر''۔ پھر پریوں کو حکم دیا: ''ان دونوں کو فوراً کنویں پر پہنچا آؤ۔'' اُنہوں نے پلک جھپکتے دونوں کو لے جا کر کنویں پر بٹھا دیا۔

کنویں پر لوگ جمع تھے اور ابھی تک حاتم کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ نوجوان کے ماں باپ دوڑ کر حاتم کے قدموں میں گر پڑے۔ دونوں خوشامد کر کے حاتم کو بھی اپنے گھر لے گئے۔ اُسے چودہ دن تک اپنے گھر مہمان رکھا۔ بڑی خاطر کی۔

پندرھویں دن حاتم ان سب سے رخصت ہو کر جنگل کی طرف چل دیا۔ ایک مدت کے بعد ایک بستی نظر آئی۔ شہر پناہ کے باہر ایک بوڑھا آدمی کھڑا تھا۔ وہ حاتم کو اپنے گھر لے آیا۔ پوچھا: ''اے جوان! تیرا کیا نام ہے' کہاں جائے گا؟''

حاتم بولا: ''میرا نام حاتم ہے' حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں۔''

www.pakistanipoint.com

اُس نے سر نیچا کرلیا۔ گھڑی بھر کے بعد سر اُٹھا کے کہا: ''اے عزیز! پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا پتہ معلوم نہیں۔ دوسرے جو وہاں جانے کا ارادہ کرے' وہ پہلے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ راستے میں قطان کے بادشاہ حارس نے چوکی بٹھائی ہے کہ جو کوئی اس حمام کو پوچھتا ہوا آئے' پہلے اُسے میرے پاس لاؤ۔ معلوم نہیں وہ کیوں بلاتا ہے' نہ جانے جیتا چھوڑتا ہے یا مار ڈالتا ہے۔ اے جوان! اپنی جوانی پر ترس کھا۔ یہیں سے لوٹ جا۔ وہاں کا جانا جہان سے جانا ہے۔''

حاتم نے کہا: ''اے نیک دل بزرگ! تو جو کچھ کہتا ہے' میری ہی بھلائی کے لئے کہتا ہے' لیکن جو بات خدا کے واسطے ہو' اُس سے پھرنا اچھا نہیں۔ تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ ہاں اگر شہر قطان کا راستہ جانتا ہے تو مجھے بتا دے جو میں اپنی راہ لگوں۔''

بزرگ نے دیکھا اس کا ارادہ اٹل ہے تو ساتھ ہو لیا اور شہر کے باہر جا کر کہا: ''اے مسافر! قطان کے دو راستے ہیں تو بائیں طرف کے راستے سے سیدھا چلا جا۔ تو کئی شہروں اور قصبوں سے گزرے گا۔ اس کے بعد ایک پہاڑ نظر آئے گا۔ وہاں ہزاروں آفتیں اور لاکھوں بلائیں ہیں۔ اگر تو اُن سے بچ کر اُوپر پہنچ گیا تو ایک بہت بڑا میدان نظر آئے گا۔ اُس سے گزرتا ہوا بائیں طرف کو چلے جانا۔ شہر قطان میں جا پہنچے گا۔ دائیں طرف کا راستہ قریب کا ہے' مگر اس میں ان گنت آفتیں ہیں۔ اُدھر سے ہرگز نہ جائیو۔ اگر میرا کہا نہ مانے گا' مصیبت میں پھنسے گا۔''

غرض حاتم اُس سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ چند روز بعد ایک شہر نظر آیا۔ نقاروں کی آواز گونج رہی تھی۔ ہر طرف ناچ رنگ تھا۔

حاتم نے لوگوں سے پوچھا: ''کیا قصہ ہے۔ کیا اس شہر میں شادی ہے؟''

کسی نے جواب دیا: ''اس شہر میں یہ دستور ہے کہ سال کے آخری دن امیر غریب سب'

www.pakistanipoint.com

بلکہ بادشاہ اور وزیر بھی اپنی اپنی جوان لڑکیوں کو بنا سجا کر ایک خیمے میں بٹھا دیتے ہیں۔ پھر ایک بڑا سا سانپ جنگل کی طرف سے آتا ہے اور ایک جوان کی شکل بنا کر خیمے میں جاتا ہے۔ سب کو دیکھ کر کسی ایک کو پسند کرتا ہے اور اُسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ ہم نے ڈر کر شادی اور خوشی کا ڈھونگ رچایا ہے۔ ہر ایک کو یہی دھڑکا ہے کہ کس کی بیٹی کی موت آتی ہے۔ آج تو نقارے بجتے دیکھتا ہے، کل چھاتی پیٹتے دیکھنا۔ ایک دن کی شادی اور ساری زندگی کا غم۔"

یہ ماجرا سن کر وہ تو آہ بھر کے چپ ہو گیا۔

حاتم نے جی میں کہا: "یہ کام جن کا ہے۔ وہ سانپ نہیں۔" پھر ان سے کہا: "اس آفت کو میں اسی رات تمہارے سر سے دفع کرتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی لوگ اُسے ہاتھوں ہاتھ بادشاہ کے پاس لے گئے اور اُس کی کہی ہوئی بات دوہرائیں۔

بادشاہ نے کہا: "اے جواں مرد! اگر تو کسی طرح اس مصیبت سے نجات دلا دے تو میں اور میری ساری فوج اور رعایا تجھے اپنا بادشاہ مان لیں گے۔"

حاتم نے کہا: "تمہارا تاج اور تخت تمہیں مبارک ہو۔ میں جو کام کرتا ہوں، اللہ کے لئے کرتا ہوں۔ اگر یہ کام کروں گا تو کسی پر احسان نہ ہوگا۔" بادشاہ نے کہا: "بہت خوب۔"

پھر حاتم نے کہا: "ایک کام کرنا ہوگا۔ جب وہ آئے اور کسی کی لڑکی پسند کر کے لے چلے تو لڑکی کا باپ اُس کے پاس جائے اور کہے: "صاحب! تمہیں اس لڑکی کو لے جانے کا اختیار ہے، مگر ایک بات سن لو۔ ہمارا ایک سردار مدت کے بعد آج آیا ہے۔ ہم اُس کی اجازت کے بغیر لڑکی کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بگڑ گیا تو ایک پل میں جلا کے خاک کر دے گا۔" سب نے کہا: "ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کریں گے۔"

بادشاہ نے تمام دن حاتم کو اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ شام ہوئی تو شور ہوا کہ سانپ آتا ہے' سانپ آتا ہے۔ حاتم بادشاہ کے خیمے سے باہر نکلا۔ دیکھا کہ ایک اژدہا آسمان سے سر لگائے چلا آتا ہے۔ ڈیل ایسا ہے کہ جو پتھر اُس کے نیچے آتا ہے' پس کر سرمہ ہو جاتا ہے۔ یکایک سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم سخت کر کے اس طرح ہلائی کہ جتنے لوگ وہاں موجود تھے' اوندے گر پڑے۔ پھر چاروں طرف دیکھا اور زمین پر لوٹ پوٹ کے ایک خوبصورت جوان بن گیا۔ بادشاہ اُسے لے کر اپنے خیمے میں آیا اور جڑاؤ تخت پر بٹھایا۔ وہ بیٹھتے ہی بولا:

''اپنی اپنی لڑکیاں مجھے دکھاؤ۔''

وہاں سے نکل کر وہ لڑکیوں کے خیمے میں گیا اور کسی کو پسند کیے بغیر باہر نکل آیا۔ بادشاہ کے خیمے میں آیا اور جہاں شہزادی بیٹھی تھی' وہاں جا کر بولا: ''یہی مجھے پسند ہے۔ اسے میرے حوالے کر دو۔''

بادشاہ نے کہا: ''ہمارے شہر کا ایک سردار جو ہمارے ایک بزرگ کا بیٹا ہے' وہ آج ہی واپس آیا ہے۔ اُسے بلاتے ہیں' جیسا حکم وہ دے گا' ویسا ہی کریں گے۔''

اُس نے کہا: ''وہ آج تک کہاں تھا' آج کیسے آیا؟ خیر بلاؤ۔''

فوراً حاتم کو بلایا گیا۔ جوان نے اُس سے پوچھا: ''تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا ہے؟ تو ہمارے فرماں برداروں کو بہکا کر کیوں اس شہر کو برباد کرانا چاہتا ہے؟''

حاتم نے کہا: ''جب تک میں اس شہر میں نہ تھا' انہوں نے تیرا کہا مانا۔ اب میں اس ملک کا مالک ہوں۔ اب میری بات سن' جو ہمارے باپ دادا کی رسمیں پوری کرتا ہے۔ بیٹی اس کو دیتے ہیں۔''

جوان نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' حاتم نے کہا ''میرے پاس ایک مہرہ ہے' پہلے تو وہ گھس کر پلاتے ہیں۔'' وہ بولا: ''یہ رسم ہے تو لے آ۔''

www.pakistanipoint.com

حاتم نے وہ مہرہ پانی میں گھسا' جوان پانی لے کر پی گیا۔ اُس کا یہ اثر ہوا کہ جو جو علم اُسے یاد تھا' سب بھول گیا مگر سمجھا کچھ نہیں۔ پھر ڈھٹائی سے بولا: ''اب کوئی رسم اور رہ گئی ہو تو اُسے پورا کرنے کو بھی حاضر ہوں۔''

حاتم نے کہا: ''دوسری رسم یہ ہے کہ ایک مٹکے میں اُترو اور پھر نکل کر دکھاؤ۔''

اُس نے کہا ''مٹکا منگواؤ۔''

حاتم نے مٹکا منگوایا۔ وہ اُس میں اُتر گیا۔ حاتم نے منہ پر پتھر رکھ کے اسم اعظم پڑھنا شروع کر دیا۔ اُس کی برکت سے ڈھکنا پہاڑ سے سوا بھاری ہو گیا۔ بہت زور کیا مگر نکل نہ سکا۔

حاتم نے لوگوں سے کہا: ''اب اس کو لکڑیوں میں دبا کر آگ لگا دو۔''

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ جن تو تھا ہی جل کر بھسم ہو گیا۔

بادشاہ اور رعایا سب نے حاتم کے گن گائے۔ بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ تین دن تک مہمان رکھا۔ چوتھے دن حاتم وہاں سے رخصت ہو کر آگے بڑھا۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ آیا۔ اُس پر چڑھنے لگا۔ آخر ایک بڑا جنگل دکھائی دیا۔ حاتم برابر چلتا رہا۔ اُس سے نکلا تو ایک دوراہا نظر آیا۔ اسے نصیحت یاد تھی۔ بائیں طرف کے راستے پر چلنے لگا۔ کچھ دور جا کر سوچا اس راہ سے جانا بیکار ہے۔ بہتر ہے کہ دائیں طرف چلوں۔ اللہ مدد کرے گا تو کوئی بلا میرے پاس نہ آسکے گی۔

یہ بات جی میں ٹھہرا کر اُلٹا پھرا، پھر دائیں طرف کے راستے پر چل دیا۔ ذرا دور چلا تھا کہ کانٹوں بھرا جنگل ملا۔ سارے کپڑے تار تار ہو گئے۔ بدن لہولہان ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس جنگل سے نکلا۔ اب چھپکلیوں کا جنگل سامنے تھا وہ سب اسے کھانے کو دوڑیں۔ اُن کا ڈیل ڈول ایسا تھا کہ دیکھ کے ڈر لگتا تھا۔ حاتم خوف سے کانپنے لگا۔ اتنے میں ایک نورانی

صورت والا بوڑھا وہاں آیا۔ کہنے لگا: ''اے جوان! تو نے بزرگوں کا کہنا نہ مانا۔ آخر زک اُٹھائی۔''

حاتم بولا: ''میں نے برا کیا۔ اپنی خطا پر نادم ہوں۔''

بزرگ نے کہا: ''مہرہ نکال کر زمین پر ڈال۔ یہ خود ہی غائب ہو جائیں گی۔''

حاتم نے مہرہ جیب سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ زمین پہلے زرد ہوئی' پھر سیاہ اور پھر سبز' آخر سرخ ہو گئی۔ چھپکلیاں دیوانی ہو کر آپس میں لڑ مریں۔ ذرا دیر میں سب ختم ہو گئیں۔ آگے چلا تو بچھو آدمی کی بُو پا کر دوڑ پڑے۔ کتنے تو ان میں بلی کے برابر تھے اور کتنے لومڑی کے برابر۔ حاتم نے یہ دیکھا تو سہم کر کانپنے لگا۔ ایسا گھبرایا کہ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ وہی بزرگ پھر آ پہنچا۔ ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: ''گھبرا مت' ہمت سے کام لے۔ مہرہ پھر زمین پر ڈال اور قدرت کا تماشا دیکھ۔''

حاتم نے مہرہ زمین پر ڈالا تو رنگ بدلنے لگی۔ جب لال ہوئی تو بچھو آپس میں لڑنے لگے۔ ایک کے ڈنگ سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا۔ تین دن یہ لڑائی چلتی رہی۔ پھر جنگل صاف ہو گیا۔ چوتھے دن خدا کا شکر ادا کیا اور مہرہ اُٹھا کر آگے چلا۔

کئی دن کے بعد ایک بڑا سا شہر نظر آیا۔ حاتم اندر داخل ہوا۔ لوگ پوچھنے لگے: ''اے جوان! تو کس راستے سے آیا۔ کیسے جیتا بچا۔ چھپکلیوں' بچھوؤں اور ببول کے کانٹوں سے تو کیسے بچ نکلا۔''

حاتم نے جواب دیا: ''ان آفتوں نے مجھے گھیرا ضرور تھا مگر اللہ کے کرم سے اب جنگل چھپکلیوں اور بچھوؤں سے صاف ہو گیا۔ اب راستے میں کسی طرح کا ڈر نہیں۔''

یہ سن کر سوداگر بولے: ''اب ہم اس راستے سے آیا جایا کریں گے۔ باہر کے سوداگر بھی آیا کریں گے۔ شہر میں رونق رہا کرے گی۔''

www.pakistanipoint.com

حاتم کے کہنے سے بہت سے مسافر اسی راستے سے گئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُن کے پیچھے پیچھے ہرکارے دوڑائے کہ دیکھیں اور صحیح بات آ کر بتائیں۔ اُدھر حاتم کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور کہا ''اے مسافر! تو نے سفر کی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ کچھ دن دم لے۔ پھر جہاں چاہے چلے جانا۔''

لیکن مطلب یہ تھا کہ اگر تو سچا ہے تو ٹھیک ہے' نہیں تو سولی چڑھا دوں گا۔ کئی نگہبان لگا دیئے کہ یہ مسافر کہیں جانے نہ پائے۔

جب مسافر اور سوداگر جنگل سے صحیح سلامت نکل گئے تو ہرکارے لوٹ آئے۔ بادشاہ سے عرض کی: ''جو کچھ اس مسافر نے کہا تھا سچ ہے۔ اب کوئی آفت راستے میں نہ رہی۔''

بادشاہ نے چاروں طرف خبر بھجوا دی کہ اب راستے میں کوئی ڈر نہیں رہا' جس کا جی چاہے بے کھٹک آئے۔

بادشاہ نے حاتم سے معذرت کی اور کہا: ''اے جوان! مجھ سے خطا ہوئی۔ معاف کر۔''

حاتم نے کہا: ''سمجھ میں نہیں آتا آپ کس بات کی معافی مانگتے ہیں۔ میں تو جس دن سے آیا ہوں' بڑے آرام سے رہ رہا ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''میں ظاہر میں سلوک کرتا تھا' مگر اصل میں تو قیدی تھا۔ اگر تیری بات جھوٹی ہوتی تو شہر کے باہر سولی دلواتا کہ پھر کوئی ایسی خبر نہ اُڑائے۔''

حاتم نے کہا: ''یہ تو انصاف کی بات ہے کہ جھوٹے کی گردن ماردیں۔''

یہاں سے چل کر حاتم شہر قطان میں داخل ہوا اور ایک سرائے میں اُترا۔ پھر کچھ قیمتی موتی لے کر بادشاہ کے محل کو چلا۔ چوبداروں نے بادشاہ کو خبر کی کہ ''ایک جوان شاہ آباد سے آیا ہے اور حاضر ہونا چاہتا ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''لے آؤ۔''

www.pakistanipoint.com

چوبدار حاتم کو لے کر اندر آ گئے۔ حاتم جھک کر آداب بجالایا۔ اُس نے قیمتی موتی بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ بادشاہ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ حاتم کو کرسی پر جگہ دی۔ حال پوچھا۔ غرض بادشاہ اُس پر بہت ہی مہربان ہو گیا۔ چھ مہینے اس طرح گزرے کہ ایک دن نہ دیکھتا تو چین نہ پڑتا۔

حاتم نے بادشاہ کو ایک دن اور خوش خرم دیکھا تو کئی قیمتی پتھر پھر پیش کیے۔ بادشاہ نے کہا: ''تو بار بار کیوں نذر پیش کرتا ہے اور کیوں مجھے شرمندہ کرتا ہے۔ تجھے یہاں آئے اتنے دن ہو گئے۔ کبھی کسی چیز کی خواہش نہ کی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اب تو کچھ مانگے اور میں تجھے وہ چیز بے عذر پیش کروں۔''

حاتم نے کہا: ''بادشاہ کی عمر بڑھے۔ میرے دل کی ساری آرزوئیں پوری ہو چکیں۔ ایک باقی ہے، سو مرتے دم تک نہ نکلے گی۔''

بادشاہ نے کہا: ''ایسی کیا چیز ہے؟ اگر تو کہے تو اپنی بیٹی بھی تجھ سے بیاہ دوں۔''

حاتم نے کہا: ''حضور کی بیٹی کو میں اپنی بہن سمجھتا ہوں۔ یہ بات نہیں، لیکن ایک اور تمنا ہے۔ یہ سوچ کر عرض نہیں کرتا کہ شاید قبول نہ ہو گی۔''

بادشاہ نے کہا: ''خدا کے واسطے جلدی کہہ ڈال۔''

حاتم نے کہا: ''آپ پورا کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔''

بادشاہ نے وعدہ کیا اور قسم کھائی تو حاتم نے عرض کیا: ''حمام بادگرد دیکھنے کی آرزو ہے۔ اجازت ہو تو اس کی سیر کروں۔''

یہ سن کر بادشاہ نے سر جھکا لیا۔

حاتم نے پوچھا: ''کیا بات ہے، آپ چپ کیوں ہو گئے؟''

بادشاہ نے سر اُٹھایا اور بولا: ''اے عزیز! بھلا میں چپ کیسے نہ ہوں۔ پہلے تو میں نے قسم

کھائی ہے کہ کسی کو حمام بادگرد کی طرف نہ جانے دوں گا۔ تجھے وہاں جانے دوں تو میری قسم ٹوٹتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تجھ سا جوان جان سے جائے گا۔ تیسرے یہ کہ تجھ سے چھوٹنے کا مجھے دُکھ ہوگا۔ لیکن یہ بھی ہے کہ تجھے اجازت نہ دوں تو اپنی بات سے پھرتا ہوں۔"

حاتم نے کہا: "بس اب اجازت دیجئے۔ اللہ نے چاہا تو جلد خیریت سے لوٹوں گا۔ بات یہ ہے کہ منیر شامی برزخ سوداگر کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ سات سوالات پوچھتی تھی۔ چھ سوالوں کے جواب میں دے چکا ہوں۔ اب ایک رہ گیا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ میں حمام بادگرد کی خبر بھی لاسکوں اور حُسن بانو کی شادی اُس شہزادے سے ہو جائے۔"

یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا: "اے جوان! تیری ہمت پر شاباش کہ تو نے غیروں کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا۔ خدا تیری مدد کرے، مگر یہ سن لے کہ اُدھر گیا ہوا آج تک لوٹ کر نہیں آیا۔ اب یہ بھی بتادے کہ تیرا نام کیا ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟"

حاتم نے جواب دیا: "میرا نام حاتم ہے۔ یمن کا رہنے والا ہوں۔"

یہ سنتے ہی بادشاہ اُٹھا اور حاتم کو گلے لگایا۔ پھر اُسے اپنے پاس بٹھا کر بولا:

"بادشاہت تیرے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ دُنیا ہمیشہ یاد رکھے گی کہ تو کس طرح دوسروں کے کام آتا تھا۔ آنے والے زمانے میں جب کوئی دوسروں کا دُکھ درد بٹایا کرے گا تو لوگ اسے حاتم ثانی کہا کریں گے۔"

اس کے بعد بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلا کر حکم دیا:

"ابھی حماد بادگرد کے دربان کو ایک خط لکھو اور حاتم کے حوالے کردو۔"

وزیر نے فوراً خط لکھ کر دے دیا۔ کئی آدمی حاتم کے ساتھ گئے۔ تھوڑی دور خود بھی ساتھ آیا۔ پھر گلے مل کر رخصت ہو گیا مگر آنکھ کے آنسو نہ تھمتے تھے۔

حاتم اُن لوگوں کے ساتھ حماد بادگرد کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ دن چلنے کے بعد حمام نظر

www.pakistanipoint.com

آنے لگا۔

حاتم نے پوچھا: ''یہ قلعہ ہے یا پہاڑ؟'' اُنہوں نے عرض کیا ''یہی حمام بادگرد کا دروازہ ہے۔''

یہ قافلہ چلتا رہا۔ ساتویں دن دروازے تک پہنچے۔ حاتم نے وہ خط دربان کو دے دیا۔ اُس نے پڑھا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بڑی عزت سے کرسی پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد حمام کے دروازے پر لے گیا۔

حاتم نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو دروازے پر لکھا تھا:

''یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کے وقت میں بنا ہے۔ اس کا نشان مدتوں رہے گا۔ جو کوئی اس طلسمات میں جائے گا، زندہ نہیں بچے گا۔ اگر بچ گیا تو ایک باغ میں جا نکلے گا۔ وہاں طرح طرح کے پھل کھائے گا اور وہیں زندگی کے دن پورے کرے گا۔''

اسے پڑھ کر حاتم نے سوچا کہ حمام کا سارا حال تو یہیں لکھا ہے۔ اب اندر جانا کیا ضروری ہے۔ پھر سوچا حُسن بانو نے اندر کا حال پوچھا تو کیا بتاؤں گا۔ آخر سب کو رخصت کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ مشکل سے دس قدم چلا ہو گا کہ نہ دروازہ تھا نہ دیوار۔ ایک لق و دق جنگل تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرا۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔ چوتھے دن یہ طے کیا کہ بس ایک طرف کو چلے جاؤ۔ یہ چلتا رہا۔ ایک دن ایک آدمی کی شکل نظر آئی۔ جب نزدیک پہنچا تو اُس نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کے ہاتھ میں دیا۔

حاتم نے کہا: ''شاید تو یہاں کا حجام ہے۔ یہ بتا حمام بادگرد یہاں سے کدھر کو ہے؟''

وہ بولا: ''میں حمامی ہوں' جو یہاں آتا ہے' اُسے لے جا کر حمام میں نہلاتا ہوں۔ پھر انعام کا اُمیدوار ہوتا ہوں۔'' حاتم نے کہا: ''بہت خوب! تو پھر چلو۔''

حاتم آگے آگے، نائی پیچھے، پیچھے خوشی خوشی چلے جا رہے تھے۔ جیسے ہی دونوں حمام کے اندر داخل ہوئے، دروازہ آپ سے آپ بند ہو گیا۔ آخر حجام اسے حوض پر لے گیا اور بولا:

''آپ اس میں اُتریں تو میں پانی ڈالوں، میل چھڑاؤں۔''

حاتم حوض میں اُتر پڑا۔ حمامی نے گرم پانی کا برتن حاتم کے ہاتھ میں دیا کہ سر پر ڈال لو۔ اُس نے ڈال لیا۔ اُس نے پھر بھر کر دیا۔ حاتم نے پھر ڈال لیا۔ تیسری مرتبہ جو پانی سر پر ڈالا ایک زور کا تڑاقہ ہوا۔ حمام میں اندھیرا ہو گیا۔ ذرا دیر بعد اندھیرا دور ہوا کیا دیکھتا ہے کہ نہ حوض ہے، نہ حجام اور نہ حمام۔ پانی سے بھرا ایک گنبد ہے جس میں یہ قید ہے۔

ایک پل نہ گزرا تھا کہ پانی پنڈلیوں تک آ گیا۔ حاتم گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اتنے میں پانی گھٹنوں سے اُوپر پہنچا۔ حاتم نے گھبرا کر دیواروں سے سر ٹکرایا مگر راستہ نہ ملا۔ اب پانی حاتم کو ڈبو رہا تھا۔ حاتم تیراکی جانتا تھا، وہ تیرنے لگا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ شاید اسی لئے اس حمام سے لوگ نہ نکل سکے اور ڈوب گئے۔

اتنے میں پانی اور اُونچا ہوا۔ یہاں تک کہ گنبد سے جا لگا۔ وہیں ایک زنجیر لٹکی دکھائی دی۔ حاتم نے دونوں ہاتھوں سے زنجیر پکڑ لی کہ ذرا دم لوں۔ پھر ویسی ہی آواز آئی۔ اب جو دیکھا تو جنگل میں کھڑا ہے۔ خوش ہوا کہ طوفان سے بچا اور طلسمات سے رہائی ہوئی۔

آگے بڑھا تو ایک عالی شان عمارت جھل مل جھل مل کرتی نظر آئی۔

نزدیک پہنچا تو پائیں باغ دکھائی دیا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اندر چلا گیا۔ پھر کر دیکھا تو دروازہ غائب۔ بڑا گھبرایا۔ کیا کرتا ناچار آگے چلا گیا۔ ہزاروں درخت پھلوں سے لدے نظر آئے۔ یہ بھوکا تو تھا ہی توڑ توڑ کر کھانے لگا مگر جتنا کھاتا پیٹ نہ بھرتا۔

حاتم گھومتا پھرتا بارہ دری کے پاس جا پہنچا۔ وہاں عجیب نظارہ دیکھا۔ بارہ دری کے قریب بہت سے پتھر کے آدمی ننگے کھڑے تھے۔ کہیں سے ایک طوطی نے آواز دی:

www.pakistanipoint.com

''اے جوان! ادھر کیوں آیا ہے۔ شاید تیری موت تجھے کھینچ لائی ہے۔''

حاتم نے سر اُٹھایا تو طوطی کا پنجرہ نظر آیا۔ اُس پر لکھا تھا:

''اے اللہ کے بندے! اب تو بچ کر یہاں سے نہ جا سکے گا۔ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کا ہے۔ ایک دن وہ شکار کھیلتا اِدھر آ نکلا تھا۔ یہاں ایک ہیرا پڑا دیکھا۔ اُٹھالیا۔ تول کر دیکھا تو تین سو مثقال کا پایا۔ اُس نے سوچا اسے ایسی جگہ رکھوں کہ کسی کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ یہ بات جی میں ٹھہرا کر حمام بادگرد کا یہ طلسمات بنایا۔ اس طوطی کو وہ ہیرا نگلوا دیا اور پنجرے میں بند کر کے یہاں لٹکا دیا۔ سامنے جو ہیروں جڑی کرسی ہے' اُس پر تیر کمان رکھ دیا کہ جو کوئی اس طلسمات میں آ پھنسے اور باہر نکلنے کا ارادہ کرے تو یہ تیر کمان اُٹھا لے۔ اس طوطی کے سر میں تیر مارے۔ اگر لگ گیا تو اُسی وقت اس طلسمات سے نجات ملے اور ہیرا بھی ہاتھ آئے گا' نہیں تو وہ پتھر کا ہو جائے گا۔''

یہ پڑھ کر حاتم نے بتوں کی طرف دیکھا۔ جہاں کے تہاں کھڑے ہیں۔ ہل بھی نہیں سکتے۔ حاتم کے دل میں آیا کہیں یہی انجام نہ ہو۔ آخر کرسی کے پاس گیا۔ تیر کمان اُٹھایا اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دیا۔ طوطی پھڑک کے رہ گئی۔ نشانہ چوک گیا۔ حاتم گھٹنوں تک پتھر کا ہو گیا۔ طوطی بولی: ''اے جوان! جا یہ مکان تیرے قابل نہیں۔''

حاتم اُس جگہ سے اُچھل کر تیر کمان سمیت سو قدم پیچھے جا پڑا۔ پاؤں ایسے بوجھل ہو گئے کہ اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ اپنی حالت پر آنسو آ گئے۔ سوچنے لگا کتنی تکلیفیں اُٹھا کر یہاں تک پہنچا۔ سب محنت بیکار گئی۔ اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مروں گا۔ اس سے اچھا تو یہ ہے کہ ایک تیر اور چلاؤں یا تو اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں گا یا اوروں کی طرح پورا پتھر کا ہو جاؤں گا۔

یہ سوچ کر دوسرا تیر پھر مارا۔ وہ بھی نشانے پر نہ لگا۔ حاتم کمر تک پتھر کا ہو گیا۔ طوطی نے پھر وہی بات کہی: ''اے جوان! دور ہو جا۔ یہ جگہ تیرے لائق نہیں۔''

حاتم اپنے آپ اُچھلا اور دو سو قدم پیچھے جا پڑا۔ اب وہ اور بتوں کے پاس کھڑا تھا۔ حاتم زار و قطار رونے لگا اور کہنے لگا: ''مجھ سا بد نصیب بھی کوئی نہ ہوگا کہ ہر تیر اُلٹا کام کرتا ہے۔''

پھر دل میں کہا: ''اے حاتم! اپنی موت اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ ایک تیر جو باقی رہ گیا ہے اُس کو بھی آزما لے۔''

اب کے حاتم نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اللہ اکبر کہہ کے تیر چلا دیا۔ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور طوطی کا کلیجہ پھٹ گیا۔ وہ پھڑ پھڑا کے پنجرے سے باہر گر پڑی۔ اُس کے گرتے ہی زور کی آندھی آئی، گھٹا اُٹھی، بجلی کڑکنے لگی اور اندھیرا ہو گیا۔ پھر ایسے زور کا شور ہوا کہ حاتم بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

تھوڑی دیر بعد حاتم کو ہوش آیا۔ اب آندھی تھم چکی تھی، گھٹا اُتر گئی تھی اور شور بند ہو گیا تھا۔ چاروں طرف دُھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ حاتم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ نہ حمام تھا، نہ باغ، نہ کرسی، نہ پنجرا اور نہ طوطی۔ ہاں ایک بڑا سا ہیرا زمین پر پڑا چمک رہا تھا اور پتھر کے بت حاتم کے پاس کھڑے تھے۔

حاتم اُٹھا اور دوڑ کے ہیرا اُٹھا لیا۔ پھر بے اختیار سجدے میں گر پڑا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اللہ کے حکم سے وہ سب کے سب بت آدمی بن گئے اور حیرت سے حاتم کو دیکھنے لگے۔

ایک نے آگے بڑھ کر کہا: ''اے جوان! تو اس جگہ کیسے سلامت رہا۔ وہ باغ کدھر گیا اور حمام کا کیا ہوا۔''

حاتم نے سارا قصہ سنایا۔ وہ سب کے سب اُس کے پیروں پر گر پڑے۔ بولے: ''آج سے ہم سب تیرے غلام ہیں۔''

حاتم نے ان سب کو دلاسا دیا اور انہیں ساتھ لے کر شہر قطان کی طرف چلا۔

تھوڑی دور چلا تھا کہ وہ دروازہ نظر آیا جس سے اندر داخل ہوا تھا۔ اُس سے باہر نکلا تو وہ

www.pakistanipoint.com

لشکر بھی موجود تھا۔ دو چار دن وہاں ٹھہر کر آرام کیا۔ پھر سب کے ساتھ شہر قطان کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ دنوں کے سفر کے بعد شہر میں داخل ہوا۔ بادشاہ کو پتہ چلا کہ حاتم کامیاب واپس آ رہا ہے تو اُس نے بڑھ کر استقبال کیا۔ بڑی محبت سے پیش آیا اور اُسے ساتھ لا کر اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ حال پوچھا۔

حاتم نے حمام بادگرد کا حال تفصیل سے سنایا اور وہ ہیرا نکال کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ بولا: ''یہ ہیرا سرکار کی نذر ہے لیکن چاہتا ہوں کہ یہ ایک بار حُسن بانو کو دکھادوں تاکہ اُسے یقین آجائے۔ پھر یہ ہیرا آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔''

بادشاہ نے کہا: ''ہاں یہ ہیرا تم ضرور اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

پھر حاتم نے عرض کی: ''یہ بیچارے جو میرے ساتھ آئے ہیں' سب پتھر کے ہو گئے تھے۔ میری درخواست ہے کہ انہیں ایک ایک گھوڑا اور سفر کا سامان عنایت ہو' جو یہ لوگ آرام سے اپنے اپنے گھر پہنچ سکیں اور آپ کے جان و مال کو دعا دیں۔''

بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ تیز چلنے والے گھوڑے اور سفر کا سامان حاضر کیا جائے۔ پھر سب کو انعام دے کر رخصت کیا۔

حاتم بھی بادشاہ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ کئی مہینے سفر کرنے کے بعد بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے شہر میں داخل ہوا۔ ہرکاروں نے حُسن بانو کو حاتم کے آنے کی خبر دی۔ اُس نے بڑی عزت کے ساتھ بلوایا اور جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر سفر کا حال پوچھا۔

حاتم نے بڑے جوش وخروش سے اپنے سفر کا حال سنایا۔ وہ سن کر ہی خوش ہو گئی۔ پھر حاتم نے ہیرا نکال کر دکھایا' تب تو حُسن بانو نے سر نیچا کر لیا۔ شرم کے مارے پسینے پسینے ہو کر چپ ہو گئی۔

حاتم نے کہا: ''میں اپنا وعدہ پورا کر چکا' اب تو اپنا وعدہ پورا کر۔'' وہ آہستہ سے بولی:

www.pakistanipoint.com

”آج سے میں بھی تیری ہو چکی۔ میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہے کر۔ اپنے پاس رکھ یا کسی اور کے سپرد کر، تجھے اختیار ہے۔“

حاتم بولا: ”جو کچھ تو نے کہا، میں نے کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ساری تکلیف میں نے اپنے لئے نہیں اُٹھائی بلکہ منیر شامی شہزادے کے لئے برداشت کی ہے۔ وہ مدتوں سے تجھے پانے کے لئے بے قرار ہے۔ لازم ہے کہ اب تو بھی اسے قبول کر۔“

حُسن بانو نے کہا: ”اب تم ہی میرے بڑے ہو۔ جو مناسب سمجھو کرو۔ اگر وہ میرا شوہر بننے کے لائق ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔“

حاتم نے فوراً منیر شامی سے کہلا بھیجا: ”پوشاک بدل کر، سج سجا کر فوراً چلے آؤ۔“

ذرا سی دیر میں وہ بن سنور کر آ پہنچا۔ ایک جڑاؤ کرسی اُس کے لئے بھی بچھائی گئی۔ حُسن بانو نے پردے کی اوٹ سے منیر شامی کو دیکھا۔ وہ اُسے جی سے پسند آیا۔ شرما کر اُٹھی اور نیچی نظر کئے دوسرے مکان میں چلی گئی۔

دوسرے دن ایک عالی شان محل منیر شامی کو دیا گیا۔ شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سارا شہر سجایا گیا۔ ہر طرف راگ رنگ کی محفلیں جم گئیں۔ قاضی نے آ کر نکاح پڑھایا۔ مبارک سلامت ہوئی۔ حُسن بانو کی سہیلیاں آ کر نوشاہ کو اندر لے گئیں، دلہن کے پاس مسند پر بٹھایا۔ وہ بھی شادی کا جوڑا پہنے، قیمتی زیوروں سے سجی سجائی، عطر میں ڈوبی، پھولوں میں بسی بیٹھی تھی۔

شادی کی باقی رسمیں شروع ہوئیں۔ سب سے پہلے آرسی مصحف کی رسم ہوئی۔ آرسی کے آگے سے گھونگھٹ ہٹایا گیا۔ دولہا نے دلہن کی جھلک دیکھی تو غش آ گیا۔ گلاب چھڑکا گیا تو اُسے ہوش آیا۔ پھر دلہن کو گود میں لے کر چنڈول میں سوار کیا۔ بڑی دھوم دھام سے شادیانے بجواتا دلہن کو لے کر محل میں داخل ہوا۔ حاتم نے اپنے دوست کو گلے لگا کر مبارکباد دی۔

www.pakistanipoint.com

دو چار دن بعد حاتم منیر شامی سے رخصت ہو کر خوش خوش یمن کی طرف روانہ ہوا۔

تھوڑی دنوں میں شہر کے قریب جا پہنچا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے استقبال کے لئے وزیر کو بھیجا۔ وزیر شہزادے کو لے کر بڑے کروفر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔

باپ کو دیکھ کر حاتم اُس کے قدموں پر گر پڑا۔ اُس نے اُٹھا کر سینے سے لگالیا اور محل میں لے گیا۔ حاتم نے جھک کر ماں کو سلام کیا۔ اُس نے بڑھ کر بلائیں لیں' چھاتی سے لگایا اور کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

محل میں مبارکباد کی دھوم مچی' شہر میں آئین ہوئی۔ گھر گھر خوشی کے شادیانے بجے۔ بادشاہ نے ہر ایک چھوٹے بڑے کو رتبے کے مطابق انعام دیئے۔ محتاجوں کی جھولیاں سونے چاندی سے بھر دی۔ شہزادی زریں پوش مارے خوشی کے پھولی نہ سمائی۔ ہر ایک نے خدا کا شکر ادا کیا۔

بادشاہ دربار عام میں جا کر بیٹھا۔ وزیروں' امیروں اور درباریوں سے کہنے لگا:

''ابھی دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دوسروں کے لئے اپنا سکھ چھوڑیں اور دُکھ سہیں۔ سچ یہ ہے کہ دُنیا میں وہی بھلے ہیں اور راج کرنا بھی اُنہیں کو پھبتا ہے۔''

بادشاہ نے یہ کہہ کر تخت اور تاج حاتم کو سونپ دیا۔ خود گوشہ پکڑا اور اللہ اللہ کرنے لگا۔ غرض دس برس' سات مہینے اور نو روز میں حاتم کی سیر تمام ہوئی۔ منیر شامی کی مراد پوری ہوئی۔ آخر یہ رہا نہ وہ رہا۔ ایک کہانی کہنے سننے کو باقی رہ گئی۔

☆☆☆

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

دنیا کی مختلف زبانوں میں مستند تاریخ کی مدد سے لکھی جانے والی جامع ترین کتاب

تاریخُ القرآن

قرآن مجید کے نزول سے لے کر آج تک کے تمام تاریخی واقعات، حالات اور معلومات

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور اصلاح کیلئے اپنے جن خاص خاص برگزیدہ بندوں کو منتخب فرمایا اور ان کو غیب سے بذریعہ وحی کی تعلیم دی۔ یہی بندگانِ خاص نبی یا رسول کہلائے۔ ان میں سے کچھ پر آسمانی کتابیں توریت، زبور اور انجیل بھی نازل ہوئیں۔ سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اور دینِ اسلام کا پورا ڈھانچہ اسی کتاب پر قائم ہے۔ قرآن کریم کی عظمت اور برکت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شب قدر کی جس رات اس کا نزول ہوا، اُس کو ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل کردیا اور جس مہینہ میں اس کو اُتارا، اُسے روزہ کا مبارک مہینہ قرار دیا اور ان مہینوں کے اعمال کے درجات وفضائل میں بے حد اضافہ فرما کر اِس کو رحمت اور مغفرت کا مہینہ بنا دیا۔ الغرض یہ کتاب نہایت عظیم الشان آسمانی رحمت ہے جس کا اندازہ اس وقت تک انسان نہیں کرسکتا جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے۔ مسلمانوں کی یہ مقدس ترین کتاب کب، کیسے اور کیوں نازل ہوئی؟ اس کتاب میں کیا ہے؟ معلوماتی اور تاریخی حوالوں سے مزین اس کتاب میں قرآن پاک کی مکمل تاریخ بیان کردی گئی ہے۔

آرٹ پیپر، نادر تصاویر کے ساتھ

مصنف: مولانا حافظ محمد اسلم

www.pakistanipoint.com

فیکٹ پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سکینڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور h: 042 36374538, 0333 4538489

تاریخِ مدینۂ منوّرہ

زمانہ قدیم سے حال تک

نبی کریم کا ارشاد ہے کہ جس نے بھی میری مسجد (مسجد نبوی) میں
چالیس وقت کی نمازیں باجماعت ادا کیں اور کوئی نماز قضا نہ کی تو
وہ جہنم کے عذاب سے نجات پائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالی نے
اپنی مقدس کتاب میں چودہ مرتبہ مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ مدینہ منورہ
کی فضیلت میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کی
تاریخ کے اس اہم ترین مرکز کی تاریخ بھی دلچسپ ہے۔ مدینہ کا
قدیم نام "یثرب" تھا جسے معنی گالی گلوچ کرنا تھے تاہم نبی پاکؐ
نے اپنی ہجرت گاہ کو نئے نام طیبہ و طابہ اور مدینہ سے نواز کر اس
کے تقدس و طہارت اور شرف و منزلت کو لازوال کر دیا۔ پھر اسلام
کی ترویج اسی شہر سے ہوئی، کئی جنگیں لڑی گئیں، اسی شہر میں
حضور ﷺ مدفون ہیں، یہیں سے حضور کے جسد مبارک کو چار
بار چرانے کی کوشش کی گئی مگر سازش کرنے والوں کا عبرتناک
انجام ہوا۔ مدینہ منورہ کی تاریخ میں اس کے تاریخی اور مقدس
مقامات کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس بارے میں کتاب میں
بڑی اہم معلومات شامل ہیں۔ حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے
بھی یہ کتاب معلومات کا ذخیرہ ہے۔

اردو میں اپنی نوعیت
کی پہلی منفرد کتاب

آرٹ پیپر اور
نادر تصاویر کیساتھ

غالی محمد الامین الشنقیطی ترجمہ: ڈاکٹر شمس کمال انجم

پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور Ph: 042 36374538, 0333 4538489

www.pakistanipoint.com

تاریخِ خانہ کعبہ

زمانہ قدیم سے حال تک کعبہ کی مکمل تاریخ

خانہ کعبہ کی تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہے۔ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تو انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ انہیں زمین پر اپنا ایک عبادت خانہ بنا دیں جس میں اللہ کی عبادت کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو زمین پر بھیجا اور کہا کہ جس جگہ کی نشاندہی یہ کریں وہاں عبادت گھر تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ ایک جگہ پہنچ کر حضرت جبرائیلؑ نے اپنا پر زمین پر مارا تو ساتویں زمین تک بنیاد پڑ گئی۔ جسے ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کی زمین سے بھرا تو حضرت آدمؑ اس جگہ طواف کرنے لگے۔ طوفان نوح نے اس جگہ کو مٹی کے ڈھیر میں بدل دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں کعبے کی دوبارہ تعمیر ہوئی جسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر تعمیر کیا۔ مختلف ادوار میں کئی بار کعبہ کو منہدم کیا گیا اور تعمیر کیا گیا۔ سیلاب اور طوفان بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور حجر اسود سمیت اسکی تمام نشانیاں آج بھی اسی طرح اپنی جگہ موجود ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔ موجودہ خانہ کعبہ بہت جدید شکل اختیار کر چکا ہے۔ تاہم اس کتاب کی انفرادیت یہی ہے کہ اس میں خانہ کعبہ کی مکمل قدیم اور جدید تاریخ تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے تاکہ تشنگی نہ رہے۔

اُردو میں اپنی نوعیت کی پہلی دلچسپ اور منفرد کتاب

آرٹ پیپر، نادر تصاویر کے ساتھ

مصنف: محمد طاہر الکردی

فیکٹ پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور Ph: 042 36374538, 0333 4538489

www.pakistanipoint.com

تاریخِ غلافِ کعبہ

تفصیلی حالات، تاریخی واقعات کے ساتھ

ہر مسلمان کا دل طائر قبلہ نما کی طرح مکہ معظمہ وکعبہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے شجرہ جو میں ایک ایسی مقناطیسی قوت موجود ہے جو مسلمانوں کے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے لیکن افسوس کہ کعبہ اور اس کے غلاف کی تاریخ پر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اسی لئے یہ کتاب اپنی نوعیت میں اس موضوع پر پہلی کوشش ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی قسم کی معلومات کی حاجت باقی نہیں رہے گی۔ اس کتاب کے مستند ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے اقتباسات سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن آل فیصل ابن سعود کے حکم پر مکہ معظمہ میں غلاف کعبہ کی تیاری کے سلسلے میں منعقد ہونے والی تقریب میں پڑھ کر سنائے جاتے رہے ہیں۔ ویسے تو اس کتاب میں بہت سے باتیں ہیں جو اس منفرد اور دلچسپ کتاب کی بابت کہی جاسکتی ہیں لیکن اس کتاب کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو مصنف نے قدیم عربی اور فارسی کتابوں میں پڑھا، معتبر لوگوں سے سنا اور چشم عبرت سے دیکھا۔

www.pakistanipoint.com

اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی منفرد کتاب

زمانہ قدیم سے حال تک غلاف کعبہ کی مکمل تاریخ

آرٹ پیپر، نادر تصاویر کے ساتھ

مصنف: علی شبیر

...یک پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور Ph: 042 36374538, 0333 4538489

تاریخِ حجرِ اسود

مفصل اور مستند تاریخی واقعات کے ساتھ

حجر اسود کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ میں لگا ہوا وہ مبارک پتھر ہے جسے چومنا یا ہاتھ لگانا ہر مسلمان اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے لیکن یہ حجر اسود ہے کیا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس بارے میں مستند معلومات کی کمی ہے۔ اسلامی عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب خانہ کعبہ تعمیر کیا تو حضرت جبرائیلؑ جنت سے لائے تھے اور بعد میں تعمیر قریش کے دوران نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس جگہ نسب کیا۔ اس وقت یہ پتھر دودھ کی طرح سفید تھا جو بنی آدم کی قوم کے گناہوں کے سبب سیاہ ہو گیا۔ حجاج بن یوسف کے کعبہ پر حملے میں یہ مقدس پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جسے بعد میں چاندی میں مڑھ دیا گیا۔ اس مقدس پتھر نے کئی ادوار دیکھے۔ اس کتاب میں حجر اسود کی مکمل اور مستند تاریخ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔

www.pakistanipoint.com

اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی منفرد کتاب

زمانہ قدیم سے حال تک حجر اسود کی مکمل تاریخ

آرٹ پیپر، نادر تصاویر کے ساتھ

مصنف: علی شبیر

جہت پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور Ph: 042 36374538, 0333 4538489